شمارہ نمبر ۱۵

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

مئی / ۲۰۲۰

دوماہی مجلّہ

الاجماع

- امام کے پیچھے قراءت کرنے کی ممانعت۔(قسط ۲) [رسول ﷺ کے کلام مبارک سے]
- معافی بن عمران الموصلیؒ(م ۱۸۶؁ھ)، کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ(م ۱۵۰؁ھ) صدوق ہیں۔
- ’’قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان‘‘ کی ایک عبارت اور ائمہ احناف کی توثیق۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

نوٹ:

حضرات ! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔

اس لئے آنخضرات سے موٗدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کی بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے۔ حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر آگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں،

تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ **حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں، اور تم زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔**

محدث ابو المآثر حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر ،اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے ،ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاونڈیشن

امام کے پیچھے قراءت کرنے کی ممانعت۔ (قسط ۲)

(رسول ﷺ کے کلام مبارک سے)

- مولانا نذیر الدین قاسمی

جس طرح کلام پاک مع تفسیر ائمہ سے، امام کے پیچھے قراءت کرنے کی ممانعت ثابت ہوئی ہے، بالکل اسی طرح رسول ﷺ کی احادیث سے بھی امام کے پیچھے قراءت کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر ۱ :

امام ابو الحسین، مسلم بن الحجاجؒ (م ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

حدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا جرير، عن سليمان التيمي، كل هؤلاء عن قتادة عن يونس بن جبير، عن حطان بن عبد الله الرقاشي، قال: صليت مع أبي موسى الأشعري صلاة فلما كان عند القعدة قال رجل من القوم: أقرت الصلاة بالبر والزكاة؟ قال فلما قضى أبو موسى الصلاة وسلم انصرف فقال: أيكم القائل كلمة كذا وكذا؟ قال: فأرم القوم، ثم قال: أيكم القائل كلمة كذا وكذا؟ فأرم القوم، فقال: لعلك يا حطان قلتها؟ قال: ما قلتها، ولقد رهبت أن تبكعني بها فقال رجل من القوم: أنا قلتها، ولم أرد بها إلا الخير فقال أبو موسى: أما تعلمون كيف تقولون في صلاتكم؟ إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا. فقال: "إذا صليتم فأقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا وإذ قال {غير المغضوب عليهم ولا الضالين}، فقولوا: آمين۔۔۔۔

حضرت ابو موسی اشعریؓ ایک طویل روایت میں فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تعلیم فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے پہلے اپنی صفوں کو درست کرلو۔ پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور **جب وہ قراءت کرے، تو تم خاموش رہو،**

اور جب وہ **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** کہے تو تم آمین کہو۔ (**صحیح مسلم: ج۱: ص۳۰۴، حدیث نمبر ۴۰۴، ت شیخ فوائد عبد الباقی**)

چونکہ یہ مسلم کی روایت ہے، لہذا سند پر کلام کرنے کی ضرورت ہی نہیں، تمام کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، اور امام، حافظ سلیمان التیمیؒ (م۱۴۳ھ) کا مختصر تعارف درج ذیل ہیں:

- امام شعبہؒ (م۱۶۰ھ) نے کہا: " **ما رأيت أحدا أصدق من سليمان التيمى** "۔

- امام سفیان ثوریؒ (م۱۶۱ھ) نے کہا: " **حفاظ البصريين ثلاثة: سليمان التيمى، وعاصم الأحول، و داود بن أبى هند. و كان عاصم أحفظهم** "۔

- حافظ ابن علیہؒ (م۱۹۳ھ) : " **سألت ابن علية عن حفاظ البصرة. فذكر منهم سليمان التيمى** "۔

- امام یحیی بن سعید القطانؒ (م۱۹۸ھ) : " **كان يحيى بن سعيد يثني على التيمي إذا ذكره، و كان يقدمه على عاصم الأحول** "۔

- امام یحیی بن معینؒ (م۲۳۳ھ) نے کہا: "**أَيوب ويونُس بن عُبَيد، وابن عَون، هؤلاء خيار النّاس، أَو كما قال، وسُلَيمان التَّيمي أَيضًا كمثلهم** "۔

- حافظ عجلیؒ (م۲۶۱ھ) نے کہا: " **تابعي، ثقة، و كان من خيار أهل البصرة** "۔

- امام، حافظ ابو مسلم، ابراہیم بن عبد اللہ **الکجی**ؒ (م۲۹۲ھ) نے کہا: " **كان من عباد أهل البصرة، ثقة، حافظا ثابتا على السنة** "۔

- حافظ ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ) نے کہا: "**كان من عباد أهل البصرة و صالحيهم، ثقة و إتقانا، و حفظا، و سنة**"۔

- امام دار قطنیؒ (م۳۸۵ھ) نے کہا: "**رجل ثقة حافظ** "۔

- حافظ الحسین بن محمد، ابو علی الغسانی الجیانیؒ (م۴۹۸؁ھ) نے کہا: " **أحد الفضلاء الأثبات** "۔

- امام الحسین بن ابراہیم، ابو عبد اللہ الجورقانیؒ (م۵۴۳؁ھ) نے کہا: "**ثقة،ثبت**"۔

- حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م۵۶۲؁ھ) نے کہا: "**كان من عباد أهل البصرة و صالحيهم، ثقة و إتقانا و حفظا و سنة** "۔

- حافظ سبط ابن الجوزیؒ (م۶۵۴؁ھ) نے کہا: " **اتّفقوا على صدقه و ثقته و أمانته و زهادته** "۔

- حافظ ابن عبد الہادیؒ (م۷۴۴؁ھ) نے کہا: " **الإمامُ الحافظ، شيخ الإسلام**"

- حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸؁ھ) نے نزدیک بھی سلیمان التیمیؒ: " **الثقة،الثبت،الحافظ الإمام شيخ الإسلام** " ہیں۔

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲؁ھ) نے کہا: " **ثقة،ثبت، عابد، فاضل، أحد سادة التابعين علمًا و عملًا** "۔

- امام ابن العماد الحنبلیؒ (م۱۰۸۹؁ھ) نے کہا: " **الحافظ الإمام، أحد مشايخ الإسلام** "۔

- شیخ محمد امین الھرری المکی نے امام مسلم کے قول '**فقال مسلم : تريد أحفظ من سليمان**' کی شرح میں کہا:

(فقال) له (مسلم) في الرد عليه أ (تريد) و تطلب (أحفظ) و أوثق (من سليمان) فإنه من أوثق الناس فزيادته مقبولة يعني أن سليمان كامل الحفظ و الضبط۔

- موجودہ دور کے سلفی عالم و محدث، شیخ ابو اسحاق الحوینی نے کہا: " **و كان ثقة، ثبتًا، حافظاً، حجتاً، متقنًا من أثبت أهل البصرة**"۔

(تہذیب التہذیب: ج۴: ص۲۰۲، سوالات ابن طھمان لابن معین: رقم ۲۴۳، معرفة الثقات للعجلی: رقم ۶۱۳، اکمال تہذیب الکمال: ج۶: ص۷۰-۷۲، الجامع في الجرح و التعديل : ج۱: ص۳۳۹، علل الدار قطنی: ج۷: ص۲۵۴، الاباطیل للجورقانی: ج۱: ص ۲: ص ۲۸۵، الانساب للسمعانی: ج۳: ص ۱۲۴، شذرات الذہب: ج۲: ص ۱۹۹، مرآۃ الزمان: ج۱۲: ص۱۱۶، طبقات علماء حدیث لابن عبد الہادی: ج۱: ص۲۳۵، میزان الاعتدال: ج۲: ص ۲۱۲،

المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی: ج۱: ص ۳۴۳، وغیرہ، تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ج۱: ص ۱۱۳، تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير «التقريب»: ج۱: ص ۴۲۶، الکوکب الوھاج للھرری: ج۷: ص ۱۳۰، شل النبال: ج۲: ص ۱۱۵)

ان تمام ائمہ و علماء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ حافظ سلیمان التیمیؒ (م **۱۴۳ھ**) ثقہ، ثبت، امام، حافظ، حجت، متقن، اوثق الناس، کامل الحفظ اور کامل الضبط تھے۔

اور ثقہ، ثبت، امام، حافظ، حجت، متقن، اوثق الناس، **کامل الحفظ** اور کامل الضبط کی زیادت مقبول ہے۔ جس کا اقرار خود غیر مقلد عالم، شیخ زبیر علی زئی کر چکے ہیں اور اس حدیث کا موصوف نے مکمل دفاع بھی کیا ہے۔ **(الاعتصام : ج ۶۰: ش ۴۵: ۱۴ تا ۲۰ نومبر ۱۵، ۲۰۰۸ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ: ص ۱۸)**

نوٹ:

علی زئی صاحب کے مضمون کی [فوٹو اسٹیٹ، PHOTOSTAT] اس شمارے کے اخیر میں چسپاں ہے۔

خلاصہ یہ کہ حافظ سلیمان التیمیؒ (م **۱۴۳ھ**) ثقہ، ثبت، امام، حافظ، حجت، متقن، اوثق الناس، کامل الحفظ اور کامل الضبط تھے اور ان کی زیادت مقبول ہے۔

نیز غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں:

یاد رہے کہ ثقہ راویوں کی متصل روایات میں اصل عدمِ شذوذ اور عدمِ علت ہے اِلا یہ کہ دلیلِ قوی سے شذوذ یا معلول ہونا ثابت ہو جائے، ایک استاد کے شاگردوں میں سے کوئی شاگرد سند یا متن میں کوئی اضافہ بیان کرے جسے دوسرے بیان نہیں کرتے، تو اسے زیادت کہا جاتا ہے۔

اگر زیادت بیان کرنے والا ثقہ ہو تو قولِ راجح میں یہ زیادت مقبول ہوتی ہے بشر طیکہ اس میں ثقہ راویوں یا اوثق کی ایسی مخالفت نہ ہو، جس میں تطبیق ممکن نہ ہو۔ **(ہفت روزہ الاعتصام: ۲۱ تا ۲۷ نومبر ۲۰۰۸، ۲۲ ذی قاعدہ ۱۴۲۹ھ: ص ۲۲-۲۳)**

نیز موصوف آگے کہتے ہیں کہ ثقہ کی زیادت کے بارے میں محدثین کرام اور علمائے حق کے اور بھی بہت سے اقوال و حوالے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ثقہ راوی کا اضافہ (زیادت) اگر ثقہ راویوں اور اوثق کے منافی نہ ہو (جس میں تطبیق نہ ہو سکے) تو یہ اضافہ (زیادت) مقبول ہے اور خبیب صاحب **کا ثقہ و اوثق راویوں کے عدم ذکر کو شذوذ کی دلیل بنا لینا صحیح نہیں ہے۔** **(ہفت روزہ الاعتصام: ۲۸ نومبر تا ۴ دسمبر ۲۰۰۸، ۲۹ ذی قاعدہ ۱۴۲۹ھ: ص ۱۲)**

لہٰذا سلیمان التیمیؒ **(م ۱۴۳ھ)** کی روایت "**إذا قرأ فأنصتوا**" کے الفاظ کے ساتھ صحیح اور مقبول ہے، کیونکہ وہ ثقہ کی زیادتی ہے، نہ کہ اوثق کی مخالفت، اور اس کو اوثق کی مخالفت کہنا غیر صحیح اور مردود ہے۔

اس پر مزید کچھ ائمہ محدثین کے حوالے بھی ملاحظہ فرمائیے:

(۱) محدث عینیؒ **(م ۸۵۵ھ)** کہتے ہیں کہ "**أيضا هذه الزيادة من ثقة، وزيادة الثقة مقبولة**" یہ زیادتی ثقہ کی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ **(شرح ابو داود للعینی: ج ۳: ص ۱۱۸)**

(۲) حافظ ماردینیؒ **(م ۷۵۰ھ)** نے بھی کہا کہ "**لا نسلم انه خالفهم بل زاد عليهم وزيادة الثقة مقبولة**" ہم تسلیم نہیں کرتے کہ سلیمان التیمیؒ نے ان (اصحاب قتادہ) کی مخالفت کی ہے، بلکہ انہوں نے زیادتی بیان کی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ **(الجوہر النقی: ج ۲: ص ۱۵۵)**

(۳) حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ **(م ۴۶۳ھ)** نے کہا: "**لم يخالفهما من هو أحفظ منهما فوجب قبول زيادتهما**" کہ التیمیؒ اور ابن عجلانؒ کی مخالفت، ان سے زیادہ حافظہ والے نے نہیں کی، لہٰذا ان دونوں کی زیادتی قبول کرنا واجب ہے۔ **(التمہید لابن عبد البر: ج ۱۱: ص ۳۴)**

(۴) ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام طحاویؒ (م۳۲۱ھ) نے کہا: "**لم يخالفهم في ذَلِك أحدهُوَ أتقى مِنْهُم فزيادتهم مَقْبُولَة**"۔ (*مختصر اختلاف العلماء للطحاوی*: ج۱: ص۲۰۶)

(۵) حافظ ابن المنذرؒ (م۳۱۹ھ) نے کہا: " **وقد تكلم متكلم في حديث أبي موسى الأشعري وقال: قوله: «فإذا قرأ فأنصتوا»، إنما قاله سليمان التيمي. قال أبو بكر: وإذا زاد الحافظ في الحديث حرفا وجب قبوله، وتكون زيادة كحديث يتفرد به، وهذا مذهب كثير من أهل العلم في كثير من أبواب الشهادات، وغير ذلك، ولما اختلف أسامة، وبلال في صلاة النبي صلى الله عليه وسلم في الكعبة، فحكم الناس لبلال؛ لأنه يثبت أمر انفاه أسامة، كانت كذلك رواية التيمي، لأنه أثبت شيئا لم يذكره غيره**"۔ (*الاوسط الابن المنذر*: ج۳: ص۱۰۵)

(۶) حافظ ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) نے کہا: " **منهم من ذكرها، وهي زيادة في الثقة، لا تخالف المزيد، بل توافق معناه، ولهذا رواه مسلم في صحيحه**"۔ (*الفتاوی الکبری لابن تیمیہ*: ج۲: ص۲۹۰)

لہذا معلوم ہوا کہ ائمہ کے نزدیک بھی "**إذا قرأ فأنصتوا**" کے الفاظ زیادتی ہے، مخالفت نہیں۔

کچھ شبہات کا ازالہ:

شبہ نمبر ۱:

امام ابو حاتم الرازیؒ (م۲۷۷ھ) کہتے ہیں کہ سلیمان التیمیؒ (م۱۴۳ھ)، ایوب سختیانیؒ، ابن عونؒ، یونسؒ، کے مقام کو نہیں پا سکے۔ (**الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم**)

الجواب:

جب امام الجرح والتعدیل، یحیی بن معینؒ (م۲۳۳ھ)، سلیمان التیمیؒ (م۱۴۳ھ) کو ایوبؒ، ابن عونؒ، یونس کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح حافظ عجلیؒ (م۲۶۱ھ) نے سلیمانؒ کو اہل بصرہ میں سب سے بہتر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حوالہ

گزر چکا۔ اور ایوبؒ، ابن عونؒ، یونسؒ وغیرہ بھی بصری ہیں۔ اور غیر مقلدین حضرات کا اصول ہے کہ متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کی بات قابل مسموع بھی نہیں ہوتی ہے۔ **(نور العینین: ص ۱۳۷)**، لہذا امام ابو حاتمؒ کا قول " **لا يبلغ التيمي منزلة أيوب ويونس وابن عون** " محل نظر ہے۔

شبہ نمبر ۲ :

مولانا اثری صاحب کہتے ہیں کہ سلیمان التیمیؒ ثقہ تھے، احفظ اور ثبت نہ تھے۔ **(توضیح الکلام: ص ۶۶۷)**

الجواب:

امام، حافظ ابو مسلم، ابراہیم بن عبد اللہ **الکجی**ؒ **(م ۲۹۲ھ)** نے کہا: سلیمانؒ اہل بصرہ کے عبادت گزاروں میں سے تھے، ثقہ، حافظ الحدیث، سنت پر ثابت تھے - حافظ ابن حبانؒ **(م ۳۵۴ھ)** نے کہا: "**كان من عباد أهل البصرة و صالحيهم، ثقة و إتقانا، و حفظا، و سنة**" سلیمانؒ اہل بصرہ کے عبادت گزار اور نیک لوگوں میں سے تھے، ثقہ، متقن، حافظہ والے اور صاحب سنت تھے۔ یہی بات حافظ ابو سعد السمعانیؒ **(م ۵۶۲ھ)** نے بھی کہی ہے۔

حافظ الحسین بن محمد، ابو علی الغسانی الجیانیؒ **(م ۴۹۸ھ)** نے کہا: " **أحد الفضلاء الأثبات** "۔ امام الحسین بن ابراہیم، ابو عبد اللہ الجورقانیؒ **(م ۵۴۳ھ)** نے کہا: "**ثقة، ثبت**"۔

حافظ سبط ابن الجوزیؒ **(م ۶۵۴ھ)** نے کہا: " **اتّفقوا على صدقه وثقته وأمانته وزهادته** "۔ حافظ ذہبیؒ **(م ۷۴۸ھ)** نے نزدیک بھی سلیمان التیمیؒ: "**الثقة، الثبت، الحافظ الإمام شيخ الإسلام** " ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ **(م ۸۵۲ھ)** نے کہا: " **ثقة، ثبت، عابد، فاضل، أحد سادة التابعين علمًا و عملًا** "۔

شیخ محمد امین الھرری المکی نے امام مسلم کے قول '**فقال مسلم: تريد أحفظ من سليمان**' کی شرح میں کہا:

(فقال) له (مسلم) في الرد عليه أ (تريد) وتطلب (أحفظ) و أوثق (من سليمان) فإنه من أوثق الناس فزيادته مقبولة يعني أن سليمان كامل الحفظ و الضبط۔ موجودہ دور کے سلفی عالم و محدث، شیخ ابو اسحاق الحوینی نے کہا: " **و كان ثقة، ثبتًا، حافظاً، حجتاً، متقنًا من أثبت أهل البصرة**"۔

نوٹ:

ان سب اقوال کے حوالے گزر چکے۔

لہٰذا اثری صاحب کا یہ کہنا کہ سلیمانؒ ثبت نہ تھے، ائمہ کے اقوال سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ اور '**احفظ**' کا جواب آگے آ رہا ہے۔

شبہ نمبر ۳:

اثری صاحب کہتے ہیں کہ ہم حافظ ابو بکر الاثرمؒ [1] کے حوالہ سے ذکر آئے ہیں کہ سلیمانؒ ثقہ ہیں، مگر قتادہؒ کے حفاظ تلامذہ میں شمار نہیں ہوتے تھے۔ کسی راوی کا ثقہ اور حافظ ہونا اور بات ہے، مگر کسی مخصوص استاد سے روایت میں ثقہ اور حافظ ہونا اور بات ہے۔ **(توضیح الکلام: ص ۲۶۷)**

الجواب:

یعنی اثری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ ائمہ نے قتادہ کے تلامذہ میں سلیمان التیمیؒ **(م ۱۴۳ھ)** کو حافظ نہیں مانا، حالانکہ امام مسلمؒ **(م ۲۶۱ھ)** نے سلیمان التیمیؒ **(م ۱۴۳ھ)** کو قتادہؒ **(م ۱۱۸ھ)** کے تلامذہ میں حافظ بلکہ 'احفظ' مانا ہے۔

چنانچہ "**سلیمان التیمی عن قتادۃ**" کی اسی روایت کے بارے میں جب امام مسلمؒ سے ان کے شاگرد غالباً ثقہ، حافظ الحدیث ابو بکر الجارودی النیساپوریؒ **(م ۲۹۳ھ)** نے اعتراض کیا، تو امام مسلمؒ **(م ۲۶۱ھ)** نے جواب دیا: کہ "**ترید أحفظ من سلیمان**" تو سلیمان التیمیؒ سے زیادہ حافظ والے کو چاہتا ہے ؟؟۔

---

[1] امام الاثرمؒ **(م ۲۷۳ھ)** کے حوالہ کا جواب آگے آ رہا ہے۔

ثابت ہوا کہ امام مسلمؒ سلیمان التیمیؒ (م۱۴۳ھ) کو قتادہؒ (م۱۱۸ھ) کے تلامذہ میں 'احفظ' مانتے ہیں۔

اور آگے امام مسلمؒ نے کہا: " **إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه** " یعنی میں جو احادیث بھی صحیح مسلم میں ذکر کی ہے، وہ تمام کی تمام ان محدثین کی نزدیک صحیح ہے۔ (**صحیح مسلم: ج۱: ص۳۰۴**) اور امام مسلمؒ نے اس حدیث کو بھی اپنی "**الصحیح**" میں ذکر کی ہے، جیسا کہ حوالہ گزر چکا۔

اور ائمہ حدیث نے صراحت کی ہے کہ امام مسلم کے قول " **ما أجمعوا عليه** " سے مراد امام یحیی بن معینؒ (م۲۳۳ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ)، امام علی بن المدینیؒ (م۲۳۵ھ)، امام سعید بن منصور الخراسانیؒ (م۲۲۷ھ)، امام عثمان بن ابی شیبہؒ (م۲۳۹ھ) وغیرہ مراد ہیں۔ (مقدمہ ابن الصلاح، ہدی الساری مقدمہ فتح الباری بحوالہ **احسن الکلام: ص ۲۵۹**)[2]

معلوم ہوا کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی سلیمان التیمیؒ، قتادہؒ کی روایت میں ثقہ، حافظ ہیں اور یہ حدیث بھی ان کے نزدیک صحیح ہے۔

نیز یہ بھی ذہن میں رہے کہ ان ائمہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث پر کلام نہیں کیا۔ واللہ اعلم

لہذا اثری صاحب کا یہ کہنا کہ " سلیمانؒ ثقہ ہیں، مگر قتادہؒ کے حفاظ تلامذہ میں شمار نہیں ہوتے تھے" باطل و مردود ہے۔

نیز اثری صاحب یہ کہنا "کسی راوی کا ثقہ اور حافظ ہونا اور بات ہے، مگر کسی مخصوص استاد سے روایت میں ثقہ اور حافظ ہونا اور بات ہے" بھی باطل و مردود ہے۔

---

[2] **نوٹ:**

اس سے معلوم ہوا کہ امام مسلمؒ کے نزدیک امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) اور دیگر ائمہ محدثین، اس حدیث کو صحیح کہنے والوں میں شمار ہوتے ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

کیونکہ جب کسی کے بارے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ ثقہ ہے، تو وہ اپنے تمام شیوخ میں مطلقاً ثقہ ہو گا، **الا یہ کہ کسی خاص شیخ کی روایت میں کوئی تضعیف ثابت ہوئی ہو۔**

پس جب تک کسی خاص **شیخ کی روایت میں کوئی تضعیف ثابت نہیں ہوتی**، وہ راوی اپنے تمام شیوخ میں مطلقاً ثقہ ہو گا، اور ایسی صورت میں اس ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہو گی۔

چونکہ متقدمین ائمہ محدثین کے نزدیک سلیمان التیمیؒ دیگر شیوخ کے ساتھ ساتھ قتادہؒ کی روایت میں ثقہ اور احفظ ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی، لہذا ان کی زیادتی بھی مقبول ہو گی۔[3]

پھر اثری صاحب کا آگے یہ کہنا کہ "انکار ان کے حفظ وضبط کا نہیں، قتادہؒ کی روایت میں حفاظ کی **مخالفت** پر ان کے تفرد کا انکار ہے" بھی بڑا عجیب ہے کیونکہ جب ان کے نزدیک انکار ان کے (یعنی سلیمان التیمیؒ کے) حفظ وضبط کا نہیں ہے یعنی جب اثری کے نزدیک سلیمان التیمیؒ کامل الحفظ وکامل الضبط ہیں، تو ان کے نزدیک

- سلیمانؒ کو ثبت، حجت نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟؟ جب کہ ائمہ بلکہ سلفی علماء نے بھی ان کو ثقہ، ثبت، حجت، متقن قرار دیا ہے، جیسا کہ حوالے گزر چکے،
- ان کے تفرد کو قبول نہ کرنے کی وجہ کیا ہے، جب کہ ان کے حفظ اور ضبط پر اثری صاحب بھی مطمئن ہیں اور ائمہ نے بھی ان کی زیادتی کو قبول کیا ہے۔

---

[3] امام، حافظ اثرمؒ **(م ۲۷۳ھ)** نے سب پہلے قتادہ کی روایات میں التیمیؒ پر مطلقاً کلام کیا ہے، حالانکہ ان سے پہلے کہ متقدمین ائمہ امام یحیی بن معینؒ **(م ۲۳۳ھ)**، امام احمد بن حنبلؒ **(م ۲۴۱ھ)**، امام علی بن المدینیؒ **(م ۲۳۵ھ)**، امام سعید بن منصور الخراسانیؒ **(م ۲۲۷ھ)**، امام عثمان بن ابی شیبہؒ **(م ۲۳۹ھ)**، امام مسلمؒ **(م ۲۶۱ھ)** وغیرہ نے قتادہ کی روایات میں سلیمان التیمیؒ کو ثقہ مانا ہے۔ لہذا دیگر ائمہ کے مقابلے میں اثرمؒ کا قول مرجوح ہے، نیز جن علتوں کی وجہ انہوں نے قتادہ کی روایات میں التیمیؒ مطلقاً پر کلام کیا ہے، وہ تمام علل کا جواب آگے آ رہا ہے۔ اور امام احمدؒ بھی اس حدیث کے **مصححین** میں شمار ہوتے ہے۔ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

نیز اثری صاحب کا "**إذا قرأ فأنصتوا**" کے الفاظ کو **مخالفت کہنا** بھی محل نظر بلکہ باطل ومردود ہے، یہ مخالفت نہیں زیادتی ہے، جس کا اقرار غیر مقلدین بھی کرتے ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

لہذا اثری صاحب کے تمام اعتراضات باطل ومردود ہیں۔[4]

شبہ نمبر ۴ : (امام اثرمؒ کی عبارت کا جواب)

ثقہ، حافظ الحدیث، امام ابو بکر الاثرمؒ (**م۲۷۳ھ**) کا ایک طویل کلام، اثری صاحب نے شرح علل الترمذی لابن رجب سے نقل کیا ہے کہ:

سلمان التیمیؒ ثقات میں سے ہیں، لیکن وہ قتادہؒ کی حدیث کو قائم نہیں رکھ سکے اور یہ بھی کہا ہے کہ سلیمان التیمی قتادہؒ کے حفاظ تلامذہ میں سے نہ تھے اور ان کی کچھ ایسی احادیث بھی ذکر کی ہیں، جن میں قتادہؒ کی روایت میں انہیں وہم ہو گیا ہے۔

---

[4] اثری صاحب نے قتادہؒ کے دیگر حفاظ تلامذہ کی اعلی توثیق تقریب لابن حجر سے حوالہ سے ذکر کی اور کہا کہ ابن ابی عروبہ، شعبہ، معمر، ہشام وغیرہ ثقہ، ثبت، فاضل ہیں، جب کہ سلیمان التیمی کے بارے میں حافظ نے تقریب میں ثقہ، عابد لکھا ہے۔ لہذا سلیمان کے مقابلے یہ حضرات زیادہ ثقہ، ثبت ہیں۔ (**تلخیصاً توضیح الکلام: ص۶۶۷**) حالانکہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (**م۸۵۲ھ**) سلیمان التیمیؒ کو ثقہ، عابد کہنے کے ساتھ ساتھ اپنی دیگر کتابوں میں ثبت، **فاضل، أحد سادة التابعين علمًا وعملًا** کہا ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (**م۸۵۲ھ**) کے نزدیک شعبہ، معمر، ہشام رحمہم اللہ کی طرح سلیمان التیمیؒ بھی ثقہ، ثبت، فاضل ہیں۔ واللہ اعلم

اور اثری صاحب کا یہ موازنہ مبنی بر انصاف نہیں۔

ان میں سے ایک، قتادہ عن یونس عن حطان عن ابی موسی کے طریق سے ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور اس میں اس نے یہ لفظ بھی کہے ہیں "**إذا قرأ فأنصتوا**" حالانکہ یہ الفاظ قتادہ کے حفاظ شاگرد ذکر نہیں کرتے۔

انہی احادیث میں سے یہ ہے کہ انہوں نے قتادہؒ عن انسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا اور یہ خطاء فاحش ہے۔(کیونکہ قتادہ نے اس حدیث کو ابو الخلیل عن سفینۃ عن ام سلمۃ عن النبی ﷺ سے نقل کیا ہے)

اور انہی میں وہ روایت بھی ہے جسے انہوں نے قتادہ عن یونس بن جبیر عن رجل من اصحاب النبی کے طریق سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ساتھ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا۔ حالانکہ قتادہؒ نے اسے انسؓ سے روایت کیا ہے۔

اور انہی میں سے، ان کی ایک وہ روایت ہے جو انہوں نے قتادہؒ سے بواسطہ ابو رافع بیان کی ہے۔ حالانکہ قتادہؒ نے ابو رافع سے کچھ نہیں سنا۔

اور امام اثرمؒ نے العلل میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے یہ تمام کلام امام احمدؒ پر پیش کیا، تو انھوں نے فرمایا: یہ اضطراب ہے اور اسی طرح مجھے یاد ہے۔

اس کے بعد اثری صاحب کہتے ہیں کہ لیجئے امام ابو بکرؒ، سلیمانؒ کی صرف اسی روایت "**إذا قرأ فأنصتوا**" پر کلام نہیں کرتے بلکہ اس کے علاوہ بھی قتادہؒ سے ان کی روایات میں کلام کرتے ہیں۔ **(توضیح الکلام: ص۶۶۷-۶۶۸)**

اور موصوف اثری صاحب نے امام ابو بکر الاثرمؒ کا یہ حوالہ جگہ جگہ نقل کر کے یہی بات کہی کہ قتادہ کے حفاظ تلامذہ میں سلیمان التیمیؒ کا شمار نہیں ہوتا۔

الجواب:

امام اثرمؒ (م ۲۷۳ھ) نے سب سے پہلے قتادہ کی روایات میں التیمیؒ پر مطلقاً کلام کیا ہے، جبکہ ان سے پہلے کسی امام نے بھی مطلقاً یہ نہیں کہا کہ قتادہ کی احادیث میں سلیمان التیمیؒ کو وہم ہوا ہے، وہ ان کی احادیث قائم نہیں رکھ سکے، وہ ان کے حفاظ تلامذہ میں کا شمار نہیں ہوتے۔[5]

---

[5] اثری صاحب نے امام عمرو بن علی الفلاسؒ (م ۲۴۹ھ) کا حوالہ ذکر کیا ہے کہ قتادہ کے اصحاب میں الاثبات ابن ابی عروبہ، شعبہ، ہشام اور ہمام ہیں۔ (ص: ٦٦٧)، حالانکہ خود غیر مقلدین کا اصول ہے کہ عدم ذکر عدم شئ کو مستلزم نہیں ہے۔ (نور العینین: ۵۸)، لہذا سلیمان التیمیؒ کا ذکر نہ کرنا، قتادہ کے شاگردوں میں ان کا ثبت نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

نیز اثری صاحب نے اس حدیث میں موجود "**إذا قرأ فأنصتوا**" کی زیادتی پر متکلمین کی فہرست میں امام بخاریؒ (م ۲۵٦ھ) کو بھی ذکر کیا ہے۔ (**ایضا: ص ٦٦۵**)، جبکہ کتاب جزء القراءۃ امام بخاریؒ سے سنداً ثابت ہی نہیں ہے۔

لہذا جو حضرات ہم سے موطا امام محمد، کتاب الآثار بروایت امام ابی یوسف و امام محمد، الفقہ الاکبر للامام ابی حنیفۃ، کتاب الوصایۃ للامام ابی حنیفۃ، تاریخ یحیی بن معین بروایت ابن محرز، شرح اعتقاد اصول اہل سنۃ، المدونۃ الکبری، فضائل ابی حنیفۃ لابن ابی العوام وغیرہ کئی کتابوں کو نہیں مانتے اور ان کتب کی صحیح اسناد کا سوال کرتے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ پہلے وہ امام بخاریؒ سے یہ کتاب جزء القراءۃ ثابت کریں۔

پھر امام بخاریؒ (م ۲۵٦ھ) نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ قتادہ کی احادیث میں سلیمان التیمیؒ کو وہم ہوا ہے، یا وہ ان کی احادیث قائم نہیں رکھ سکے، یا وہ ان کے حفاظ تلامذہ میں کا شمار نہیں ہوتے، وغیرہ وغیرہ بلکہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

وروى سليمان التيمي، وعمر بن عامر، عن قتادة، عن يونس بن جبير، عن عطاء، عن موسى في حديثه الطويل عن النبي صلى الله عليه وسلم: «إذا قرأ فأنصتوا» ولم يذكر سليمان في هذه الزيادة سماعا من قتادة، ولا قتادة من يونس بن جبير وروى هشام، وسعيد، وهمام، وأبو عوانة وأبان بن يزيد، وعبيدة، عن قتادة، ولم يذكروا: «إذا قرأ فأنصتوا» ولو صح لكان يحتمل سوى فاتحة الكتاب۔ (جز القراءۃ المنسوب للبخاری: ص ٦۲)،

نیز حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے امام بخاریؒ سے منسوب جرح کو رد بھی کر دیا ہے۔ (**مجموع الفتاوی: ج ۲۲: ص ۳۴۰**)

بلکہ ان سے پہلے کے ائمہ نے قتادہ کی روایات میں سلیمان التیمیؒ کو ثقہ مانا ہے، خاص طور پر اس روایت "**إذا قرأ فأنصتوا**" کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

اور امام ابو بکر الاثرمؒ (م۲۷۳ھ) نے جن وجوہات کی بنا پر قتادہ کی روایات میں التیمیؒ پر مطلقاً کلام کیا ہے، وہ وجوہات ہی غیر صحیحہ اور مرجوحہ ہیں، وجوہات مع جوابات ملاحظہ فرمائیے :

وجہ نمبر ۱:

امام الاثرمؒ (م۲۷۳ھ) نے کہا: قتادہ عن یونس عن حطان عن ابی موسی کی طریق سے ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور اس میں انہوں نے یہ لفظ بھی کہے ہیں "**إذا قرأ فأنصتوا**" حالانکہ یہ الفاظ قتادہ کے حفاظ شاگرد ذکر نہیں کرتے۔

الجواب:

"**إذا قرأ فأنصتوا**" کی زیادت نقل کرنے میں سلیمان التیمیؒ (م۱۴۳ھ) منفرد نہیں ہیں، ان کی متابعت میں کئی راوی موجود ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وجہ نمبر ۲ :

امام الاثرمؒ (م۲۷۳ھ) نے کہا: انہی احادیث میں سے یہ ہے کہ انہوں نے قتادہؒ عن انسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا اور یہ خطاء فاحش ہے۔ (کیونکہ قتادہ نے اس حدیث کو ابو الخلیل عن سفینۃ عن ام سلمۃ عن النبی ﷺ سے نقل کیا ہے)

الجواب:

حضرت انس بن مالکؓ سے یہ روایت نقل کرنے میں سلیمان التیمیؒ (م۱۴۳ھ) منفرد نہیں ہیں، بلکہ ان کی طرح شعبہؒ (م۱۶۰ھ)، السری بن یحییؒ (م۱۶۷ھ)، بشر بن منصور **السلیمی**ؒ (م۱۸۰ھ) وغیرہ نے بھی ثابت البنانیؒ عن انسؓ کی طریق سے یہی روایت نقل کی ہے۔ (**اطراف الغرائب للدار قطنی: ج۲: ص۳۶، شعب الایمان: ج۱۳: ص۴۰۴**)

معلوم ہوا کہ حدیث "**الصلاۃ وما ملکت أیمانکم**" انسؓ سے مروی ہے، اور اس کو انسؓ سے نقل کرنے میں سلیمان التیمیؒ منفرد نہیں ہیں، لہذا اس بات کا قوی احتمال ہے کہ ثابت البنانیؒ (م۱۲۹ھ) کے دیگر اصحاب کی طرح قتادہؒ نے بھی ان سے یہ روایت سنی ہو، اور پھر اس کو ثابتؒ سے تدلیس کرتے ہوئے، سلیمان التیمیؒ کے سامنے، عن انس سے ذکر کی ہو۔

کیونکہ اسی حدیث کی ایک سند سنن الکبری للنسائی میں اس طرح آئی ہے کہ:

قال النسائی أخبرني هلال بن العلاء، قال: حدثنا الخطابي، قال: حدثنا المعتمر، قال: سمعت أبي، عن قتادة، عن صاحب له عن أنس، نحوه۔ (ج۶: ص۳۸۷)

اس روایت میں قتادہؒ کے استاذ اور انسؓ کے شاگرد یعنی "**صاحب له**" ثقہ، امام ثابت البنانیؒ (م۱۲۹ھ) ہیں، کیونکہ ائمہ نے صراحت کی ہے کہ قتادہؒ، ثابتؒ کے شاگرد ہیں۔ (**تہذیب الکمال: ج۴: ص۳۴۶**) اور اس روایت کو انسؓ سے ثابتؒ نے ہی روایت کیا ہے۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

لہذا یہاں "**صاحب له**" سے مراد ثابت البنانیؒ (م۱۲۹ھ) ہیں، اور حضرت انس بن مالکؓ سے یہ روایت نقل کرنے میں سلیمان التیمیؒ (م۱۴۳ھ) منفرد نہیں ہیں۔

نوٹ:

یہی روایت کی ایک سند طبقات ابن سعد میں ہے، چنانچہ امام ابن سعدؒ (م۲۳۰ھ) کہتے ہیں کہ:

" أخبرنا وكيع بن الجراح عن سفيان الثوري عن سليمان التيمي عن من سمع أنس بن مالك يقول: كانت عامة وصية رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وهو يغرغر بنفسه الصلاة وما ملكت أيمانكم "۔(ج۲:ص۱۹۵، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)

اور یہاں "**عن من سمع أنس بن مالك**" سے مراد قتادہؒ(م۱۱۹ھ) نہیں ہیں، کیونکہ سنن کبری للنسائی کی روایت سے معلوم ہوا کہ قتادہؒ(م۱۱۹ھ) نے یہ حدیث انسؓ سے نہیں سنی، بلکہ انہوں نے یہ روایت اپنے ساتھی اور استاذ ثابت البنانیؒ(م۱۲۹ھ) سے سنی ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

نیز قتادہؒ کی طرح، سلیمان التیمیؒ(م۱۴۳ھ) بھی ثابت البنانیؒ(م۱۲۹ھ) کے شاگرد ہیں۔(**تہذیب الکمال:ج۱۲: ص۶**) لہذا یہاں بھی "**عن من سمع أنس بن مالك**" سے مراد ثابت البنانیؒ(م۱۲۹ھ) ہی ہیں۔ واللہ اعلم

یعنی سلیمان التیمیؒ نے یہ روایت قتادہؒ(م۱۱۹ھ) اور ثابت البنانیؒ(م۱۲۹ھ)، دونوں سے نقل کی ہے۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام نسائیؒ(م۳۰۳ھ) کا اس حدیث کے تعلق سے یہ قول "**سليمان التيمي: لم يسمع هذا الحديث من أنس**" بالکل صحیح ہے۔

ایک اہم تنبیہ:

سلیمان التیمیؒ(م۱۴۳ھ) بالجزم یہ ساری تفصیل نقل کر رہے ہیں، جو کہ ان کے قوي الضبط اور احفظ ہونے کی دلیل ہے، کیا یہ بات بھی اس حدیث کا بطریق سلیمان عن قتادۃ عن ثابت عن انس سے، صحیح اور محفوظ ہونے کے لئے کافی نہیں ہے ؟؟؟

خاص طور سے جب کہ یہ روایت سلیمان التیمی عن ثابت عن انسؓ سے ثابت ہو چکی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قتادہ سے یہ روایت نقل کرنے میں سلیمان التیمیؒ(م۱۴۳ھ) کو وہم نہیں ہوا۔

وجہ نمبر ۳:

امام الاثرمؒ (م۲۷۳ھ) نے کہا: سلیمان نے قتادہ عن یونس بن جبیر عن رجل من اصحاب النبی کے طریق سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ساتھ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ تھے، پہاڑ ہلنے لگا، حالانکہ قتادہؒ نے اسے انسؓ سے روایت کیا ہے۔

الجواب:

سعید بن ابی عروبہؒ (م۱۵۷ھ) کی روایت:

قال ابن ابی عاصم فی کتابہ السنة : حدثنا عبد الأعلى بن حماد، ثنا يزيد بن زريع، عن سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن أنس بن مالك، أن النبي صلى الله عليه وسلم صعد أحدا، واتبعه أبو بكر وعمر وعثمان، فرجف بهم، فضربه رسول الله صلى الله عليه وسلم برجله، وقال: اثبت أحد إنما عليك نبي، وصديق، وشهيدان۔

سلیمان التیمیؒ (م۱۴۳ھ) کی روایت:

قال ابن ابی عاصم فی کتابہ السنة: حدثنا عاصم الأحول، ثنا معتمر، عن أبيه، عن قتادة، عن أبي غلاب، عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، أن النبي صلى الله عليه وسلم، وأبا بكر، وعمر، وعثمان، كانوا على حراء، فرجف بهم، أو تحرك بهم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: اثبت، فإنما عليك نبي، وصديق، وشهيدان۔ (ج۲: ص ۶۲۱)

میں کہتا ہوں کہ دونوں سندوں میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ سعید کی روایت میں قتادہؒ (م۱۱۹ھ) نے عن کے صیغہ کے ساتھ انسؓ سے روایت کیا ہے، لہذا یہاں قتادہؒ کی تدلیس کا احتمال ہے۔

جبکہ سلیمان التیمیؒ (**م ۱۴۳؁ھ**) کی سند میں قتادہؒ کے ثقہ، شیخ ابو غلاب یونس بن جبیر الباہلیؒ (**م بعد ۹۰؁ھ**) کا ذکر ہے، تو یہاں اس روایت میں قتادہؒ نے ان سے تدلیس کی ہو گی اور رجل من اصحاب النبی ﷺ سے مراد ابو غلاب یونس بن جبیر الباہلیؒ (**م بعد ۹۰؁ھ**) کے شیخ حضرت انسؓ ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۲: ص ۱۱۹۰، مسند الحارث: ج ۱: ص ۱۹۶**)

لہذا دونوں سندوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ واللہ اعلم

نوٹ:

اس تفصیل سے امام حاکمؒ (**م ۴۰۵؁ھ**)، ثقہ، حافظ الحدیث، امام ابو عمرو الدانیؒ (**م ۴۴۴؁ھ**) کی رائے کی تائید ہوتی ہے کہ قتادہؒ (**م ۱۱۹؁ھ**) اپنے نزدیک صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے تھے۔ (**معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص ۱۰۳، رسالۃ فی رسوم الحدیث او جزء فی بیان علم الحدیث للدانی: ۱۱۷، طبع الدار المالکیۃ**)

وجہ نمبر ۴:

امام الاثرمؒ (**م ۲۷۳؁ھ**) نے کہا: اورانہی (اوہام) میں سے ان کی ایک وہ روایت ہے جو انہوں نے قتادہؒ سے روایت کی کہ ابو رافع نے ان سے بیان کی ہے۔ حالانکہ قتادہؒ نے ابو رافع سے کچھ نہیں سنا۔

الجواب:

اس کا جواب تو حافظ ابن رجبؒ (**م ۷۹۵؁ھ**) نے آگے نقل کر دیا کہ یہ روایت بخاری میں ہے۔ (**شرح علل الترمذی لابن رجب: ج ۲: ص ۷۹۰**) اور بخاری میں یہ روایت **حدیث نمبر ۷۵۵۶** پر موجود ہے۔

نیز خود اثری صاحب نے بھی اس کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (**م ۸۵۲؁ھ**) سے نقل کیا ہے کہ عدم سماع کا یہ (ابو داودؒ کا) قول کسی خاص روایت کے بارے میں ہے، ورنہ بخاری میں سماع کی تصریح ہے۔ (**توضیح الکلام: ص ۲۶۶**)

یعنی ائمہ محدثین نے سلیمان عن قتادہ کی اس روایت کو جس میں ابو رافع سے سماع کی تصریح موجود ہے، دیگر اصحاب کی روایت پر ترجیح دی ہے۔

لہٰذا یہ روایت بھی سلیمان التیمیؒ کے وہم پر دلالت نہیں کرتی۔

خلاصہ کلام:

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ ثقہ، حافظ الحدیث، امام ابو بکر الاثرمؒ (م ۲۷۳ھ) نے جن وجوہات کی بنا پر قتادہ کی روایات میں التیمیؒ پر مطلقاً کلام کیا ہے، وہ وجوہات ہی غیر صحیحہ اور مرجوحہ ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

لہٰذا اثرمؒ (م ۲۷۳ھ) کا قول "**كان لا يقوم بحديث قتادة ولم يكن التيمي من الحفاظ، من أصحاب قتادة**" غیر صحیح، مرجوح اور نا قابل قبول ہے۔

صحیح اور ارجح قول یہی ہے کہ سلیمان التیمیؒ قتادہؒ کی روایت میں بھی احفظ ہیں، جیسا کہ امام مسلمؒ نے کہا ہے، اور امام بخاریؒ نے بھی التیمی عن قتادہ کی منفرد روایت کو اپنے کتاب الجامع الصحیح میں نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی ان کی منفرد روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

شبہ نمبر ۵ : (کیا امام احمدؒ نے اس روایت کو مضطرب کہا؟)

اثری صاحب کے نقل کردہ عبارت میں ہے کہ امام اثرم نے یہ ساری تفصیل امام احمدؒ کے سامنے پیش کیا تو امام احمدؒ نے کہا کہ یہ اضطراب ہے اور مجھے اسی طرح یہ یاد ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ واضح ہو جاتا ہے امام احمدؒ بھی "**إذا قرأ فأنصتوا**" کی حدیث کو مضطرب قرار دیتے ہیں۔ **(توضیح: ص ۲۶۶)**

الجواب:

پہلے حافظ ابن رجبؒ (م ۷۹۵ھ) کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائے:

قال أبو بكر الأثرم في كتاب الناسخ والمنسوخ: كان التيمي من الثقات، ولكن كان لا يقوم بحديث قتادة.

وقال أيضاً: لم يكن التيمي من الحفاظ، من أصحاب قتادة.

وذكر له أحاديث وهم فيها عن قتادة.

منها حديثه عن قتادة، عن يونس بن جبير، عن حطان، عن أبي موسى عن النبي-صلى الله عليه وسلم-"إنما جعل الإمام ليؤتم به" قال فيه: "وإذا قرأ فأنصتوا"

ولم يذكر هذه اللفظة أحد من أصحاب قتادة (الحفاظ).

ومنها: إنه روى عن قتادة، عن أنس، عن النبي-صلى الله عليه وسلم-أوصى عند موته بالصلاة وما ملكت أيمانكم۔

وإنما رواه قتادة عن أبي الخليل عن سفينة عن النبي-صلى الله عليه وسلم۔

قال: وهذا خطأ فاحش.

ومنها أنه روى عن قتادة عن يونس بن جبير، عن رجل من أصحاب النبي-صلى الله عليه وسلم-"أنه-صلى الله عليه وسلم-صعد أحداً ومعه أبو بكر وعمر وعثمان فاهتز الجبل... الحديث".

وإنما رواه عن قتادة عن أنس.

ومنها أنه روى عن قتادة "أن أبا رافع حدثه". ولم يسمع قتادة من أبي رافع شيئاً.

وقد ذكر الأثرم في العلل أنه عرض هذا الكلام كله على أحمد، قال: فقال أحمد: هذا اضطراب، هكذا حفظت۔ (شرح علل الترمذی لابن رجب: ج۲: ص۷۸۸-۷۹۰)

اس عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "**هذا اضطراب**" سے "**إذا قرأ فأنصتوا**" کی خاص زیادتی مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے اثرمؒ کی ذکر کردہ روایات میں التیمیؒ کا تفرد مراد ہے کہ ان کا یہ تفرد باعث اضطراب معلوم ہوتا ہے۔

لیکن آگے امام احمدؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان کی یہ روایت اسی طرح "**إذا قرأ فأنصتوا**" کی زیادتی کے ساتھ) محفوظ ہے، یعنی امام احمدؒ ان روایات میں سلیمان التیمیؒ کے تفرد کے باوجود اپنے نزدیک اس زیادتی "**إذا قرأ فأنصتوا**" کو محفوظ مانا ہے۔

اور ''**ھکذا حفظت**'' کا جملہ بھی اختلافِ روایت کے وقت راوی کا اپنے نزدیک اپنے بیان کردہ الفاظ کے محفوظ ہونے پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ محدثین کے منہج سے واضح ہوتا ہے۔ دیکھئے التاریخ الکبیر للبخاری: ج٦: ص١، مسند الشافعی ترتیب سنجر: ج٢: ص٢٤١، مخطوطہ **الخطب** والمواعظ لابی عبید: ص٢٠٨، وغیرہ

نوٹ:

سوالات ابو طالب میں موجود ایک دوسری روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک یہ روایت ''**إذا قرأ فأنصتوا**'' کی زیادتی کے ساتھ محفوظ تھی، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔

لہٰذا امام احمدؒ نے اس زیادتی ''**إذا قرأ فأنصتوا**'' کو مضطرب نہیں کہا، بلکہ ان کے نزدیک یہ زیادتی محفوظ ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ:

- امام الاثرمؒ (**م۲۷۳ھ**) نے ان سے پوچھا کہ:

قلت لأحمد بن حنبل من يقول عن النبي صلى الله عليه وسلم من وجه صحيح إذا قرأ الإمام فأنصتوا فقال حديث ابن عجلان الذي يرويه أبو خالد والحديث الذي رواه جرير عن التيمي۔

صحیح سند سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ''**إذا قرأ فأنصتوا**'' کس نے کہا؟ تو امام احمدؒ نے کہا: کہ ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان اور جریر عن التیمی نے کہا ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء للطحاوی: ج١: ص٢٠٦، التمہید لابن عبد البر: ج١١: ص٣٤ وغیرہ)

- اسی طرح سوالات ابی طالب میں بھی امام احمدؒ (**م۲۴۱ھ**) سے کہا گیا:

يقولون: أخطأ التيمي قال: من قال هذا فقد بهته۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ ابو موسی کی روایت میں سلیمان التیمیؒ نے غلطی کی ہے، تو امام احمدؒ نے کہا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ سلیمان التیمی نے خطاء کی، تو انہوں نے سلیمان التیمی پر بہتان باندھا ہے۔ **(شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص١٤٢٩)**

- ماردینیؒ (**م۷۵۰ھ**) نے بھی امام احمدؒ کا تقریباً یہی کلام علل الخلال سے نقل کیا ہے۔ **(الجوهر النقی: ج٢: ص١٥٥)**

پھر ان سب کے علاوہ، ائمہ محدثین نے بھی امام احمدؒ (**م۲۴۱ھ**) کو اس کے **مصححین** میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ

۱- امام مسلمؒ (م ۲۶۱ھ)۔ (دیکھئے ص: ۸)

۲- ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کہتے ہیں کہ **"فقد صحّح أَحمد هذَين الْحَدِيثين"**۔ **(مختصر اختلاف العلماء للطحاوی: ج ۱: ص ۲۰۶)**

۳- ابن بطالؒ (م ۴۴۹ھ) کہتے ہیں کہ **"وقد صححه أحمد بن حنبل"**۔ **(شرح بخاری لابن بطال: ج ۲: ص ۳۷۰)**

۴- حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے کہا: **"وقد صحح هذين الحديثين أحمد بن حنبل"**۔ **(التمہید لابن عبد البر: ج ۱۱: ص ۳۴ وغیرہ)**

۵- امام ابو عبد اللہ القرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) نے کہا: **"وَقَدْ صَحَّحَهَا الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حنبل وابن المنذر"**۔ **(تفسیر القرطبی: ج ۱: ص ۱۲۱)**

۶- حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے کہا: **"صححه أحمد وإسحاق ومسلم بن الحجاج وغيرهم"**۔ **(مجموع الفتاوی: ج ۲۲: ص ۳۴۰)**

۷- حافظ ابن عبد الہادیؒ (م ۷۴۴ھ) نے کہا: **"صَححهُ الإِمَام أَحْمد"**۔ **(المحرر فی الحدیث: ص ۱۸۹)**

۸- حافظ ماردینیؒ (م ۷۵۰ھ)۔ **(الجوہر النقی: ج ۲: ص ۱۵۵)**

۹- حافظ مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) نے کہا: **"وصححه أيضا أحمد بن حنبل فيما حكاه الأثرم"**۔ **(شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۴۲۹)**

۱۰- امام محمد بن عبد اللہ الزرکشی المصریؒ (م ۷۷۲ھ) نے کہا: **"صححه أحمد ومسلم"**۔ **(شرح الزرکشی علی الخرقی: ج ۱: ص ۶۰۲)**

۱۱- حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) نے کہا: **"صححه أيضا: أحمد وابن حزم"**۔ **(البدر المنیر: ج ۴: ص ۴۸۲)**

۱۲- محدث انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۱ھ) نے کہا: **"قد صححه أحمد بن حنبل وأبو بكر بن أثرم تلميذ أحمد وابن جرير في تفسيره، وأبو عمر وابن حزم الأندلسي وزكي الدين المنذري والحافظ ابن حجر العسقلاني"**۔ **(العرف الشذی: ج ۱: ص ۳۱۳)**

لہذا امام احمدؒ (م ۲۴۱؁ھ) نے اس حدیث کی زیادت کو صحیح قرار دیا ہے، اور ائمہ محدثین کے نزدیک بھی یہی راجح ہے اور شرح علل الترمذی کی عبارت سے بھی امام صاحبؒ کا اس زیادت کی تصحیح کی طرف رجحان ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

متابعات پر بحث:

اہل حدیثوں کے محدث العصر، زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ سلیمان بن طرخان التیمیؒ (تابعی) کی بیان کردہ حدیث "**إذا قرأ فأنصتوا**" متابعات اور شاہد کے بغیر کی بھی جمہور کے نزدیک صحیح ہے۔ (**ہفت روزہ الاعتصام: ۲۱ تا ۲۷ نومبر ۲۰۰۸، ۲۲ ذی قاعدہ ۱۴۲۹؁ھ: ص ۲۲**)

امام قتادہؒ (م ۱۱۹؁ھ) سے "**إذا قرأ فأنصتوا**" کی زیادت نقل کرنے میں سلیمان التیمیؒ (م ۱۴۳؁ھ) منفرد بھی نہیں ہے۔ ان کے متابع بھی موجود ہیں۔

متابع نمبر "۱" اور "۲" :

چنانچہ امام محمد بن ھارون الرویانیؒ (م ۳۰۷؁ھ) فرماتے ہیں کہ:

نا أبو عبد الله القطعي، نا سالم بن نوح العطار، نا عمر بن عامر وسعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن يونس بن جبير، عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال: صلى بنا أبو موسى الأشعري فقال: عن النبي صلى الله عليه وسلم: إذا قرأ الإمام فأنصتوا۔ (مسند الرویانی: ج ۱: ص ۳۷۰)

سند کی تحقیق:

(۱) امام محمد بن ہارون الرویانیؒ (م ۳۰۷؁ھ) مشہور ثقہ، امام اور حافظ الحدیث ہیں۔ (**سیر: ج ۱۴: ص ۵۰۷**)

(۲) ابو عبد اللہ محمد بن یحیی بن ابی حزم القطعیؒ (م ۲۵۳؁ھ) مسلم کے ثقہ راوی ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: ۶۳۸۲**)

(۳) سالم بن نوح عطارؒ (م بعد ۲۰۰؁ھ) مسلم کے راوی صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: ۲۱۸۵**)

غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب نے بھی کہا کہ سالم کو جمہور نے ثقہ صدوق قرار دیا ہے۔ **(الاعتصام: ۲۱ تا ۲۷ نومبر ۲۰۰۸،۲۲ ذی قاعدہ ۱۴۲۹ھ: ص ۲۰)**

لہذا سالم بن نوحؒ صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔[6]

(۴) عمر بن عامر بصریؒ **(م ۱۳۵ھ)** مسلم کے راوی اور صدوق وحسن الحدیث ہیں۔ **(تحریر تقریب التہذیب: ۴۹۲۵)** اور ان کے متابع سعید بن ابی عروبہؒ **(م ۱۵۷ھ)** صحیحین کے راوی اور ثقہ، حافظ الحدیث اور قتادہ کی روایت میں اثبت الناس ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۳۶۵)**

(۵) قتادہؒ **(م ۱۱۹ھ)**

(۶) یونس بن جبیرؒ **(م بعد ۹۰ھ)**

(۷) حطان بن عبد اللہ الرقاشیؒ **(م بعد ۷۰ھ)** صحیحین کے ثقہ رواۃ میں سے ہیں۔

(۸) ابو موسی الاشعریؓ **(م ۵۰ھ)** مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

---

[6] محترم خبیب صاحب کہتے ہیں کہ ابن ابی عروبہ کے دوسرے تلامذہ جو سالم سے بدرجہا ثقہ اور ثبت ہیں، بلکہ ان سے روایت کرنے میں **"اثبت الناس"** ہیں، وہ اس زیادت کو بیان نہیں کرتے، جو واضح نشانی ہے کہ سالم بن نوح کا اس روایت کو ابن ابی عروبہ سے روایت کرنا وہم کا شاخسانہ ہے، فی الواقع کچھ نہیں۔ **(مقالات اثریہ: ص ۳۸۱)**

حالانکہ یہاں پر مسئلہ زیادتی کا ہے نہ کہ مخالفت کا، جب سالم بن نوحؒ **(م بعد ۲۰۰ھ)** کا صدوق اور حسن الحدیث ہونا ثابت ہو گیا، تو ان کی یہ زیادتی ضرور قبول کی جائے گی، کیونکہ انہوں نے اپنے سے زیادہ ثقہ یا احفظ کی مخالفت نہیں کی، لہذا ان کے تفرد پر اعتراض باطل و مردود ہے۔

نوٹ:

سالم بن نوحؒ **(م بعد ۲۰۰ھ)** نے ابن ابی عروبہؒ **(م ۱۵۷ھ)** سے ان کے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے۔ **(مقالات زبیر علی زئی: ج ۴: ص ۳۶۴)**

لہذا یہ سند حسن ہے۔

اس روایت میں سلیمان التیمیؒ (م ۱۴۳ھ) کی طرح ۲، ۲ راویوں عمر بن عامر البصریؒ (م ۱۳۵ھ) اور سعید بن ابی عروبہؒ (م ۱۵۷ھ) نے قتادہؒ (م ۱۱۹ھ) سے "**إذا قرأ فأنصتوا**" کی زیادت نقل کی ہے۔

متابع نمبر ۳:

حافظ ابو عوانہ الاسفر اینیؒ (م ۳۱۶ھ) نے کہا:

حدثنا سهل بن بحر الجنديسابوري قال: ثنا عبد الله بن رشيد قال: ثنا أبو عبيدة، عن قتادة، عن يونس بن جبير، عن حطان بن عبد الله الرقاشي، عن أبي موسى الأشعري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قرأ الإمام فأنصتوا، وإذا قال: {غير المغضوب عليهم ولا الضالين} فقولوا آمين۔ (صحیح ابی عوانہ: حدیث نمبر ۱۶۹۸، طبع دار المعرفة، بیروت، ونسخة الجامعة الاسلامية: ج۴: ص ۴۱۵)

سند کی تحقیق:

(۱) حافظ ابو عوانہ الاسفر اینیؒ (م ۳۱۶ھ) ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**ارشاد القاصی والدانی: ص ۶۹۶**)

(۲) سہل بن بحر الجندیسابوریؒ بھی صدوق ہیں۔

حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ)، حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (**کتاب الثقات لابن حبان: ج۸: ص ۲۹۳، کتاب الثقات للقاسم: ج۵: ص ۱۵۱**)، امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کے نزدیک بھی وہ صدوق ہیں۔ (**الکامل: ج۱: ص ۷۹، ج۶: ص ۱۴۴**)،

حافظ بزارؒ، حافظ الساجیؒ، امام ابو عوانہ الاسفر اینیؒ وغیرہ کئی ائمہ نے ان سے روایت لی ہے۔ (**مسند البزار: ج۱۷: ص ۳۳، المعجم الاوسط: ج۷: ص ۱۶۹**) اور حافظ ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۷۹۱۶**)

لہذا وہ صدوق ہیں۔

نوٹ:

اس بات کا احتمال ہے کہ سہل بن بحر الجندیسابوریؒ اور سری بن سہل بن علقمہ الجندیسابوریؒ (**م۲۸۹ھ**) دونوں ایک ہی راوی ہوں۔ (**ارشاد القاصی والدانی: ص۳۱۷**)،

لیکن اس سے الجندیسابوریؒ کی ثقاہت پر کوئی فرق نہیں پڑھتا۔ واللہ اعلم

(۳) ابو عبد اللہ، عبد اللہ بن رشید الجندیسابوریؒ ثقہ ہیں۔

امام جعفر بن محمد بن الحسن بن عبد العزیز المصریؒ (**م۳۲۹ھ**) نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (**صحیح ابی عوانہ: حدیث نمبر ۷۰۴۴، طبع دار المعرفة، بیروت، ونسخة الجامعة الاسلامية: ج۱۵: ص۱۳۳**)، حافظ ابن حبانؒ (**۳۵۴ھ**) نے ان کو ثقات میں شمار کر کے مستقیم الحدیث قرار دیا ہے۔ (**الثقات لابن حبان: ج۸: ص۳۴۳**)، حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (**م۸۷۹ھ**) نے بھی ان کو ثقات میں شمار کر کے مستقیم الحدیث قرار دیا ہے۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۶: ص۱۷**)، امام ابو سعد السمعانیؒ (**م۵۶۲ھ**) نے بھی ان کو مستقیم الحدیث قرار دیا ہے۔ (**الانساب للسمعانی: ج۳: ص۳۴۹**)، امام ابن عدیؒ (**م۳۶۵ھ**) کے نزدیک بھی یہ راوی صدوق ہیں۔ (**الکامل: ج۸: ص۱۷۳، ج۱: ص۷۹**)

نوٹ:

حافظ عراقیؒ (**م۸۰۶ھ**) نے امام بیہقیؒ (**م۴۵۸ھ**) کی جرح کا رد کیا ہے۔ (**ذیل میزان الاعتدال: ص۱۳۳**)

لہذا ابو عبد اللہ، عبد اللہ بن رشید الجندیسابوریؒ ثقہ ہیں۔

(۴) مجاعۃ بن الزبیر، ابو عبیدۃ الازدیؒ بھی صدوق ہیں۔

امام شعبہؒ نے ان سے روایت لی اور ان کی تعریف کی ہے، حافظ ذہبیؒ نے ان کو "**أَحَدُ العُلَمَاءِ العَامِلِيْنَ**" کہا۔ **(سیر: ج۷: ص۱۹۶)**

امام احمدؒ نے کہا کہ ان میں فی نفسہ کوئی حرج نہیں ہے، حافظ ابن عدیؒ نے کہا کہ مجاعۃ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی احادیث قابل برداشت ہے، ان کی احادیث لکھی جائے گی۔ **(التذييل علي كتب الجرح و التعديل: ص۲۵۹)**

امام ابو عوانہ الاسفر ایینیؒ اور امام منذری نے ان کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ **(صحیح ابی عوانہ: حدیث نمبر ۷۰۴۴، طبع دار المعرفة، الترغیب والترھیب للمنذری: حدیث نمبر ۱۹۸۵، باب: الترغيب في الصبرِ سيّما لمنِ ابْتُلِيَ في نفسه أو مالِه)**

حافظ ابن حبانؒ ان کی توثیق مفسر کرتے ہیں کہ "**مستقيم الحديث عن الثقات**"۔ **(الثقات: ج۷: ص۵۱۷)** یہی بات امام ابو سعد السمعانیؒ **(۵۶۲ھ)** نے بھی کہی ہے۔ **(الانساب للسمعانی: ج۳: ص۳۴۹)**، حافظ ابن شاہینؒ **(۳۸۵ھ)** نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ **(تاریخ جرجان للسھمی: ص۵۵۱)**

شیخ الالبانیؒ نے بھی ایک جگہ ان کو حسن الحدیث قرار دیا ہے۔ **(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ج۱: ص۶۷۹)**، شیخ عامر حسن صبری نے ان کو صدوق، صالح اور محدث کہا ہے۔ **(سلسلۃ الاجزاء والکتب الاحادیث نمبر ۲۰: ص۶، طبع دار البشائر الاسلامیہ)**

لہذا مجاعۃ بن الزبیر، ابو عبیدۃ الازدیؒ صدوق اور حسن الحدیث ہیں، واللہ اعلم [7]

---

[7] **<u>مجاعۃؒ کی توثیق پر خبیب صاحب کے اعتراضات کے جوابات:</u>**

<u>اعتراض نمبر ۱:</u>

- امام شعبہؒ کی توثیق پر خبیب صاحب کہتے ہیں کہ مجاعۃ، شعبہؒ کے ہاں بھی ضعیف ہے اور اس کی دلیل میں موصوف نے الجرح و التعدیل سے ایک حکایات نقل کی اور اس پر ابن ابی حاتم کا تبصرا نقل کیا کہ اس حکایات میں شعبہؒ کا یہ انداز مجاعۃ کی توہین (تضعیف) پر دلالت کرتا ہے۔ **(مقالات اثریہ: ص ۳۹۳)**

الجواب:

ہم کہتے ہیں کہ راوی اپنی روایت کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے، جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے۔ **(فتاوی ناصر الدین الالبانی فی المدینۃ و الامارات: ص ۱۴۶، طبع دار الضیاء)**

اور اس روایت کے راوی ثقہ، حافظ الحدیث عبد الصمد بن عبد الوارثؒ **(م ۲۰۷ھ)** نے خود مجاعۃؒ سے حدیث لیتے وقت، اس روایت کو ان کی تعریف پر محمول کرتے ہوئے، امام شعبہؒ کا قول "**الصَّوَّامُ الْقَوَّامُ**" نقل کیا ہے۔ **(معجم اسامی شیوخ ابو بکر الاسماعیلی: ج ۲: ص ۶۷۳)**

معلوم ہوا کہ ثقہ، حافظ الحدیث عبد الصمد بن عبد الوارثؒ **(م ۲۰۷ھ)** کے نزدیک یہ روایت در صل مجاعۃؒ کی تعریف میں ہے۔ نیز حافظ ذہبیؒ **(م ۷۴۸ھ)** کے نزدیک بھی یہ روایت مجاعۃؒ کی تعریف میں ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ: "**وذكره شعبة مرة، فأثنى عليه، وقال: الصوام، القوام**"۔ **(سیر: ج ۷: ص ۱۹۶)**، نیز حافظ ابو عوانہ الاسفرائینیؒ **(م ۳۱۶ھ)** نے بھی اس روایت کو مجاعۃؒ کی تعریف میں مانا ہے۔ **(صحیح ابی عوانہ: حدیث نمبر ۷۰۴۴، طبع دار المعرفة، بیروت، ونسخة الجامعة الاسلامية: ج ۱۵: ص ۱۳۳)**

لہذا ابن ابی حاتم کا تبصرا "کہ اس حکایات میں شعبہؒ کا یہ انداز مجاعۃ کی توہین پر دلالت کرتا ہے" مضر نہیں ہے۔

خاص طور سے جب کہ امام شعبہؒ **(م ۱۶۰ھ)** نے ان روایت بھی لی ہے اور ان کا روایت لینے میں اتقان مشہور و معروف ہے۔ **(اتحاف النبیل للسلیمانی: ج ۲)**، لہذا یہاں اس حکایات سے مجاعۃ کی حدیث میں تضعیف ثابت نہیں ہوتی۔

اعتراض نمبر ۲ :

- خبیب صاحب کہتے ہیں کہ امام احمدؒ کے اس قول کا اصطلاحی جرح و تعدیل سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ انھوں نے تو خود ہی صراحت فرمادی ہے کہ فی نفسہ کوئی حرج نہیں، یہ نہیں فرمایا: فی حدیثہ، اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ وہ صرف نیک آدمی ہے۔

الجواب :

ہم کہتے ہیں کہ خبیب صاحب کی یہ بات اس وقت درست ہوتی جب کہ امام احمدؒ سے ان پر حدیث میں جرح مروی ہوتی، چونکہ یہاں جرح ثابت نہیں ہے، لہذا ان کا اعتراض ہی باطل و مردود ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین نے بھی اس کو امام احمدؒ کی طرف سے مجاعۃ کی توثیق و ثناء مانا ہے، چنانچہ اور امام احمدؒ کے اس قول کو حافظ ابن مبردؒ (**م ۹۰۹ھ**) نے اپنی کتاب " **بحر الدم فیمن تکلم فیه الإمام أحمد بمدح أو ذم** " میں نقل کیا ہے۔ **(ص:۱۴۶)**

اب قارئین ہی بتائیے کہ ابن مبردؒ کے نزدیک یہ قول امام احمدؒ کی طرف سے راوی کی مدح ہے یا ذم ؟؟؟

اتنا ہی نہیں، بلکہ حافظ ہیثمیؒ (**م ۸۰۷ھ**) اس قول کو، امام احمدؒ کی صریح توثیق " **وَثَّقَهُ أَحْمَدُ** " پر محمول کیا ہے۔ **(مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۹۱۲۱)**

عجیب بات ہے خود خبیب صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ محدثین کا فہم دوسروں کے مقابلے میں راجح ہے۔ **(مقالات اثریہ: ۳۹۳)** لیکن یہاں لگتا ہے کہ وہ اپنی ہی بات بھول گیا۔ (اللہ ان کی بھول کو بھی معاف فرمائے۔۔۔ آمین)

دیگر اعتراضات کا جواب:

- آگے خبیب صاحب نے ابو عوانہؒ کی توثیق پر اعتراض کیا کہ انہوں نے تو متروک اور کذاب راویوں سے بھی روایت لی ہے۔ **(۳۹۳)** حالانکہ حافظ ابو عوانہؒ (**م ۳۱۶ھ**) نے مجاعۃ کی روایت نقل کرنے کے بعد، ان کی توثیق بھی نقل کی ہے۔ **(صحیح ابی عوانہ: حدیث نمبر ۷۰۴۴، طبع دار المعرفة، بیروت، ونسخة الجامعة الاسلامية: ج۱۵: ص۱۳۳)**، جو کہ واضح دلیل ہے کہ حافظ ابو عوانہؒ (**م ۳۱۶ھ**) کے نزدیک مجاعۃ معتبر ہیں۔

نیز خبیب صاحب جواب دیں کہ کسی امام کے نزدیک کوئی راوی ضعیف اور متروک ہو، تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر عالم یا محدث کے نزدیک وہ راوی ضعیف اور متروک ہو ؟؟؟

- خبیب صاحب کہتے ہیں کہ ابن حبانؒ کی متابعات میں حافظ سمعانیؒ نے بھی ان کی توثیق کر دی ہے۔ **(ایضاً)**

خبیب صاحب سے گزارش ہے کہ وہ لکھ دیں کہ حافظ سمعانیؒ (**م ۵۶۲ھ**) نے ابن حبانؒ (**م ۳۵۴ھ**) کی "اندھی تقلید" میں مجاعۃ کی توثیق کر دی، پھر ہم ثابت کریں گے کہ حافظ سمعانیؒ (**م ۵۶۲ھ**) نے تحقیق و تفتیش کے بعد امام ابن حبانؒ (**م ۳۵۴ھ**) کا قول لیا ہے۔

نوٹ:

امام ابن حبانؒ (م۳۵۴؁ھ) جب کسی راوی کی صراحتاً توثیق کرتے ہیں، تو اس کی اہمیت کتنی ہوتی ہے، اس کے لئے دیکھئے: **التنکیل للمعلمی: ج۲: ص۶۶۹۔**

- خبیب صاحب کہتے ہیں کہ حافظ ذہبیؒ کو مجاعۃ کے معدلین میں شمار کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ انھوں نے موصوف کو دیوان الضعفاء اور المغنی فی الضعفاء میں ذکر کیا اور اس کے ضعف کی بنیاد امام دار قطنی کا قول "ضعیف" قرار دیا ہے۔ **(ایضاً: ۳۹۴)**

حالانکہ دیوان الضعفاء دراصل حافظ ابن الجوزیؒ کی کتاب "الضعفاء" کا اختصار ہے، اس لئے ان کا نام اس میں آگیا۔ **(مجلہ الاجماع: ش۲: ص۸۷)**، رہا حافظ ذہبیؒ کے نزدیک ان کی حیثیت کیا ہے؟؟ تو ان کو "**أَحَدُ العُلَمَاءِ العَامِلِيْنَ**" کہنے کے ساتھ ساتھ میزان الاعتدال میں ان کا دفاع بھی کیا ہے۔ **(ج۳: ص۴۳۷)** چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

مجاعة بن الزبير.

عن محمد بن سيرين، وقتادة.

قال أحمد: لم يكن به بأس في نفسه.

وضعفه الدارقطني.

وقال ابن عدي: هو ممن يحتمل ويكتب حديثه.

قلت: روى عنه شعبة، وعبد الصمد التنوري، وعبد الله بن رشيد.

وقال شعبة: كان صواما قواما۔

لہذا راجح قول میں مجاعہؒ، حافظ ذہبیؒ کے نزدیک بھی مقبول ہیں۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ مجاعۃ بن زبیرؒ پر جرح مرجوح ہے اور وہ صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ واللہ اعلم

ابن خراشؒ کی جرح اور ایک اہم وضاحت:

بعض کتب میں ابن خراشؒ کی جرح کے مکمل الفاظ نہیں نقل کئے گئے، لیکن حافظ ابو عوانہ الاسفرائینیؒ (م۳۱۶؁ھ) نے ان کے مکمل الفاظ نقل کئے ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

ابن خراشؒ نے کہا کہ صغار سے مروی مجاعہؒ کی روایت پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ **(صحیح ابی عوانہ: حدیث نمبر ۷۰۴۴، طبع دار المعرفة، بیروت، ونسخة الجامعة الاسلامية: ج۱۵: ص۱۳۳)**، معلوم ہوا کہ ابن خراشؒ کا قول " **ليس مما يعتبر به** " صغار کے

(۵)　قتادہؒ (م ۱۱۹ھ)

(۶)　یونس بن جبیرؒ (م بعد ۹۰ھ)

(۷)　حطان بن عبد اللہ الرقاشیؒ (م بعد ۷۰ھ) صحیحین کے ثقہ رواۃ میں سے ہیں۔

(۸)　ابو موسی الاشعریؓ (م ۵۰ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

لہذا یہ سند حسن ہے۔ اور زبیر علی زئی صاحب نے بھی اس سند کو حسن لذاتہ قرار دیا ہے۔ **(الاعتصام: ۲۱ تا ۲۷، نومبر ۲۲، ۲۰۰۸ ذی قاعدہ ۱۴۲۹ھ: ص ۲۱)**

متابع نمبر ۴:

إمام متفنّن متبحّر في العلم، مشہور مفسر ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرح الخزرجی القرطبیؒ **(م ۶۷۱ھ)** فرماتے ہیں کہ:

" وقد روي عن عبد الله بن عامر عن قتادة متابعة التيمي، ولكن ليس هو بالقوي "

التیمیؒ کی طرح "**إذا قرأ الإمام فأنصتوا**" کی زیادتی عبد اللہ بن عامرؒ عن قتادہؒ بھی مروی ہے، لیکن عبد اللہ بن عامرؒ قوی نہیں ہیں۔ **(تفسیر القرطبی: ج ۱: ص ۱۲۱)**

ساتھ خاص ہے۔ اور یہ جرح ان کی مجاعہؒ کی خاص صورت کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ آگے حافظ ابو عوانہ الاسفرائینیؒ **(م ۳۱۶ھ)** کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

لہذا اس جرح کو مجاعہؒ پر علی الاطلاق محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز اس کے مقابلے میں حافظ ابن حبانؒ **(م ۳۵۴ھ)** کی توثیق صریح اور تحقیق پر مبنی ہے کہ مجاعہؒ جب ثقات سے روایت کریں تو وہ مستقیم الحدیث ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی توثیق کو توثیق مفسر قرار دیا گیا ہے، اور یہاں بھی چونکہ مجاعہ بن زبیرؒ ثقہ، حافظ الحدیث، امام قتادہؒ **(م ۱۱۹ھ)** سے روایت کر رہے ہے۔

لہذا وہ اس روایت میں مستقیم الحدیث ہیں۔ واللہ اعلم

وضاحت:

عبد اللہ بن عامر الاسلمیؒ **(م ۱۵۱ھ)** اگر چہ ضعیف ہیں، البتہ متابعات میں قابل قبول ہیں، چنانچہ امام ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ متروک نہیں ہیں، امام ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ وہ عزیز الحدیث ہیں اور ان کی بعض روایات کی متابعات نہیں کی گئی اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں، جس کی احادیث لکھی جائے گی۔ **(تہذیب الکمال: ج۱۵: ص ۱۵۱)**

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ **(م ۸۵۲ھ)** کہتے ہیں کہ:

" ضعيف لكنه ليس بمتروك وحديثه حسن في المتابعات "

الاسلمیؒ ضعیف ہیں، لیکن وہ متروک نہیں ہیں اور ان کی حدیث متابعات کی صورت میں حسن ہے۔ **(فتح الباری: ج ۲: ص ۱۴۷)**

معلوم ہوا ان کی روایت بھی متابعات میں ذکر کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ ابو موسی الاشعریؓ کی روایت میں التیمیؒ **(م ۱۴۳ھ)** کی زیادتی " **إذا قرأ الإمام فأنصتوا** " متابعات کی وجہ سے مزید قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے، اور اس کا انکار محض باطل و مردود ہے۔

کیا اس حدیث سے قراءت خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ؟؟؟

اس حدیث کی صحت تسلیم کرنے کے بعد بھی، غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ حدیث مذکورہ سے قراءت خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ **(الاعتصام: ۵ تا ۱۱ دسمبر ۲۰۰۸، ۶ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ: ص ۲۸)**

الجواب:

درج ذیل محدثین و علماء کرام نے اس حدیث سے قراءت خلف الامام کی ممانعت پر استدلال یا اسے تسلیم کیا ہے:

۱- امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) نے اس حدیث کو "**مَن كره الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الإِمَامِ**" میں ذکر کیا ہے۔ **(مصنف ابن ابی شیبہ : ج ۳: ص ۲۷۳)**

۲- امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ)۔ **(سنن نسائی: ج ۲: ص ۱۴۱، ت شیخ ابو الفتاح ابو غدہ)**

۳- امام ابن بطالؒ (م ۴۴۹ھ) نے کہا:

ولا يختلف أهل التأويل أن المراد بهذه الآية سماع القرآن فى الصلاة، ومعلوم أن هذا لا يكون إلا فى صلاة الجهر، لأن السر لا يستمع إليه ولقوله عليه السلام: (إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا)، وقد صححه أحمد بن حنبل۔ (شرح بخاری لابن بطال: ج ۲: ص ۳۷۰)

۴- حافظ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ)۔ **(الاستذکار: ج ۱: ص ۴۶۵-۴۶۶، الکافی: ج ۱: ص ۲۰۱-۲۰۲)**

۵- حافظ ابو الولید الباجیؒ (م ۴۷۴ھ) نے کہا:

" هذا أمر والأمر يقتضي الوجوب ودليلنا من جهة القياس أن هذا حال ائتمام فوجب أن تسقط معها القراءة عن المأموم أصله ما لو أدركه راكعا "۔ (المنتقی: ج ۱: ص ۱۶۱)

۶- امام قاضی عیاضؒ (م ۵۴۴ھ) نے کہا:

"فى قوله: "فإذا قرأ فأنصتوا" حجة لمالك ومن قال بقوله لا يقرأ معه فيما يجهر به"۔ (اکمال المعلم: ج ۲: ص ۳۰۰)

۷- حافظ ابو بکر ابن العربیؒ (م ۵۴۳ھ) نے کہا:

وأما الجهر فلا سبيل إلى القراءة فيه لثلاثة أوجه: أحدها: أنه عمل أهل المدينة.

الثاني: أنه حكم القرآن قال الله سبحانه: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}.

وقد عضدته السنة بحديثين: أحدهما: حديث عمران بن حصين: «قد علمت أن بعضكم خالجنيها».

الثاني: قوله: "وإذا قرأ فأنصتوا".

الوجه الثالث: في الترجيح: إن القراءة مع جهر الإمام لا سبيل إليها فمتى يقرأ؟ فإن قيل: يقرأ في سكتة الإمام. قلنا: السكوت لا يلزم الإمام فكيف يركب فرض على ما ليس بفرض، لا سيما وقد وجدنا وجها للقراءة مع الجهر، وهي قراءة القلب بالتدبر والتفكر، وهذا نظام القرآن والحديث، وحفظ العبادة، ومراعاة السنة، وعمل بالترجيح والله أعلم۔ (احکام القرآن لابن العربی: ج ۲: ص ۳۶۷)

۸- حافظ موفق الدین ابن قدامہؒ (م ۶۲۰ھ)۔ **(المغنی: ج ۱: ص ۴۰۴)**

۹- امام ضیاء الدین مقدسیؒ (م ۶۴۳ھ) نے اس حدیث کو باب " **باب في ترك القراءة فيما جهر فيه الإمام** " میں سب سے پہلے نقل کیا ہے۔ **(السُّنَنُ وَالأَحْكَامُ عَنِ المُصْطَفَى عَلَيهِ أَفْضَلُ الصَّلاةِ والسَّلامِ: ج ۲ : ص ۴۹)**

۱۰- امام مجد الدین ابن تیمیہؒ (م ۶۵۲ھ) نے بھی اسے ترک قراءت خلف الامام کے باب میں پہلے نمبر پر ذکر کیا ہے۔ **(المنتقی لمجد الدین: ص ۱۸۹)**

۱۱- حافظ ابو العباس القرطبیؒ (م ۶۵۶ھ)۔ **(المفہم للقرطبی: ج ۲: ص ۳۹)**

۱۲- حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے کہا:

فجزم الزهري بهذا من أحسن الأدلة على أنهم تركوا القراءة خلفه حال الجهر بعدما كانوا يفعلونه وهذا يؤيد ما تقدم ذكره ويوافق قوله: {وإذا قرأ فأنصتوا} ولم يستثن فاتحة ولا غيرها۔ (مجموع الفتاوی: ج ۲۳: ص ۳۱۹)

انکے علاوہ کئی ائمہ، علماء بلکہ سعودیہ کے کئی سلفی علماء نے بھی اس حدیث سے ترک قراءت پر استدلال کیا ہے، جن شیخ الالبانیؒ بھی ہیں۔ تفصیل کے لئے ان کی کتاب "**اصل صفة صلاة النبی ﷺ**" کا مطالعہ کریں۔

اور مولانا سرفراز خان صفدرؒ (م) کہتے ہیں کہ ان حضرات کی یہ توجیہ اور تاویل کہ " **إذا قرأ الإمام فأنصتوا** " سے مرادمازاد علی الفاتحہ کی قراءت ہے قطعاً باطل ہے۔ اس لئے کہ مسلم اور ابو عوانہ وغیرہ کے حوالہ سے صحیح روایت ان الفاظ کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے نقل کی جاچکی ہے۔

"**وإذا قرأ فأنصتوا وإذا قال {غير المغضوب عليهم ولا الضالين}، فقولوا: آمین۔۔۔**"

کہ جب امام قراءت کرے، تو تم خاموش رہو اور جب امام "**غير المغضوب عليهم ولا الضالين**" کہے تو تم آمین کہو۔

یہ عقدہ تو فریق ثانی ہی حل کرے گا کہ "**غير المغضوب عليهم ولا الضالين**" سے قبل وہ کون سی قراءت ہے جس میں امام کا فریضہ قراءت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ خاموش رہنا بتلایا گیا ہے؟؟

شاید ان کے نزدیک اس اثناء میں سورہ یٰسین کی قراءت سنت ہو، جس کی امام قراءت کر تا رہے اور اس وقت مقتدی خاموش رہیں؟؟ اس صحیح حدیث کو پیش نظر رکھ کر بخوبی یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ تاویل قطعی طور پر باطل اور مردود ہے۔ **(احسن الکلام: ج۱: ص ۲۶۳-۲۶۴)**

خلاصہ یہ کہ "**وإذا قرأ فأنصتوا**" کی زیادتی صحیح و درست ہے اور وہ امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت پر صریح ہے، جیسا کہ ائمہ محدثین نے صراحت کی ہے۔

دلیل نمبر ۲ :

امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے کہا:

أخبرنا الجارود بن معاذ الترمذي، قال: حدثنا أبو خالد الأحمر، عن محمد بن عجلان، عن زيد بن أسلم، عن أبي صالح، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا، وإذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا: اللهم ربنا لك الحمد۔ (سنن نسائی: حدیث نمبر ۹۲۱)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو عبد الرحمٰن، احمد بن شعیب النسائیؒ (م ۳۰۳ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور صاحب السنن ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۵)**

(۲) الجارود بن معاذ الترمذیؒ (م ۲۴۴ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۸۸۲)**

(۳) ابو خالد، سلیمان بن حیان الاحمرؒ (م ۱۹۰ھ) صحیحین کے راوی اور مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(ذكر أسماء من تكلم فيه وهو موثق: ص ۹۲، الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم: ص ۱۰۱، تذکرۃ الحفاظ)**

بلکہ حافظ عجلیؒ (م۲۶۱ھ) ان کو ثقہ، ثبت اور صاحب سنة قرار دیتے ہیں۔ ابوہشام الرفاعیؒ (م۲۴۸ھ) ثقہ، امین کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ابن معینؒ (م۲۳۳ھ) بھی کہتے ہیں کہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ ثقہ ہیں، وہ ثقہ ہیں۔ (**تہذیب التہذیب: ج۴: ص۱۸۱-۱۸۲، موسوعة أقوال یحیی بن معین: ج۲: ص۲۴۳**)

لہذا وہ ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**سیر: ج۹: ص۱۹**)، بلکہ بعض کے نزدیک ثبت اور امین ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔

(۴) محمد بن عجلانؒ (م۱۴۸ھ) صحیح مسلم و سنن اربع کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۱۳۶، سیر**)

نوٹ نمبر ۱:

تقریب میں موجود "**إلا أنه اختلطت علیه أحادیث أبی هریرة**" سے مراد " **خصوصًا في روایته عن المقبري**" ہے، جیسا کہ حافظؒ نے دوسری جگہ لکھا ہے۔ (**نتائج الافکار: ج۱: ص۱۱۳**) اور تہذیب التہذیب کے اقوال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ **دیکھئے تہذیب التہذیب: ج۹: ص۳۴۱۔**

نوٹ نمبر ۲:

یہاں "**اختلطت**" سے مراد اصطلاحی اختلاط نہیں کہ راوی کا آخری عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا، وغیرہ وغیرہ، بلکہ اس سے مراد المقبریؒ سے روایات کرنے میں غلطیوں کا واقع ہونا ہے۔ کیونکہ کتب **المختلطین** میں کسی امام نے ان کو شمار نہیں کیا۔ واللہ اعلم

(۵) زید بن اسلمؒ (م۱۳۶ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، عالم ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۱۱۷**)

(۶) ذکوان ابو صالح السمانؒ (م۱۰۱ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، ثبت امام ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۸۴۱**)

(۷) ابو هریرة، عبد الرحمٰن بن صخرؓ (م۵۹ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ اور حافظ الصحابہؓ ہیں۔

لہذا یہ سند کے تمام رواۃ ثقہ اور روایت صحیح ہے۔

اعتراض نمبر ۱:

اثری صاحب کہتے ہیں کہ **سعید المقبری** علیہ السلام کے طریق کے علاوہ بھی محدثین نے ابن عجلانؒ کی روایتوں پر کلام کیا ہے، چنانچہ ترمذیؒ **باب ماجاء فی الاعتماد فی السجود** کے تحت ایک حدیث بواسطہ ابن عجلان عن سمی عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس روایت کو ہم صرف لیث عن ابن عجلان عن سمی عن ابی صالح عن ابی ہریرہ کے طریق سے ہی پہنچانتے ہیں اور سفیان بن عیینہ وغیرہ نے اسے سمی عن النعمان بن ابی عیاش کے طریق سے روایت کیا ہے اور ان کی روایت لیثؒ کی روایت سے اصح ہے۔

امام ترمذی کے علاوہ امام بخاریؒ نے بھی نعمان بن ابی عیاش کے مرسل طریق کو ہی ترجیح دی "۔**(توضیح الکلام: ص۷۲۸-۷۲۹)**

الجواب:

اگر چہ امام بخاریؒ **(م ۲۵۶ھ)**، امام ترمذیؒ **(م ۲۷۹ھ)**، امام ابو حاتمؒ **(م ۲۷۷ھ)** وغیرہ ائمہ نے اس سمیؒ والی روایت کے مرسل ہونے کو ترجیح دی ہے، لیکن یہ روایت امام ابو داودؒ **(م ۲۷۵ھ)**، امام ابن خزیمہؒ **(م ۳۱۱ھ)**، امام ابن حبانؒ **(۳۵۴ھ)**، امام ابو عبد اللہ الحاکم **(م ۴۰۵ھ)**، حافظ ضیاء الدین المقدسیؒ **(م ۶۴۳ھ)**، حافظ ذہبیؒ **(م ۷۴۸ھ)**، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ **(م ۸۵۲ھ)** کے نزدیک مسند ہے۔ **(سنن ابو داود: حدیث نمبر ۹۰۲، شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۵۰۴، صحیح ابن حبان: حدیث ۱۹۱۸، المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی: ج۱: ص ۳۵۲، السنن والاحکام للمقدسی: ج۲: ص ۹۴، فتح الباری: ج۲: ص ۲۹۴)**[8]

معلوم ہوا کہ اس حدیث کے متصل و مرسل ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

اور ابن عجلانؒ **(م ۱۴۸ھ)** نے دونوں طرح سے اس حدیث کو روایت کی ہے، یعنی ابن عجلانؒ **(م ۱۴۸ھ)** سے یہ روایت عن سمی عن نعمان عن النبی ﷺ مرسلاً بھی مروی ہے اور عن سمی عن ابی صالح عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ متصلاً بھی ہے۔ **(دیکھئے العلل للدار قطنی: ج۱۰: ص ۸۵)**

---

[8] امام ابو داودؒ نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، جو کہ ان کے نزدیک اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ خود انہوں نے اپنے رسالہ الی اہل مکہ میں تصریح کی ہے۔

لہذا یہاں پر ابن عجلانؒ نے ابن عیینہؒ (م۱۹۸ھ)، سفیان الثوریؒ (م۱۶۱ھ) وغیرہ کی مخالفت نہیں کی، بلکہ سمیؒ (م۱۳۰ھ) سے ایک زیادتی والی روایت بیان کی ہے، چونکہ ابن عجلانؒ (م۱۴۸ھ) ثقہ، صدوق، حافظ الحدیث ہیں، لہذا ان کی یہ زیادتی قابل قبول ہے۔

نوٹ نمبر ا :

شیخ الالبانیؒ نے تو ابن عجلانؒ عن سعید المقبری کی ایک روایت کو حسن قرار دیا ہے اور کہا کہ " **فالظاهر أن ابن عجلان كان تارة يرفعه، وأخرى يوقفه، والحديث مرفوع بلا شك** "۔ **(الصحيحة: حديث نمبر ۸۶۲)** لہذا اسی اصول کی روشنی میں ابن عجلانؒ کی روایت بھی مرفوع ہو گی۔

خلاصہ یہ کہ ان ائمہ کا کلام مرجوح ہے اور راجح یہی ہے کہ یہ روایت متصل ہے اور اثری صاحب کا استدلال باطل و مردود ہے۔

نوٹ نمبر ۲ :

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ نعمان بن ابی عیاشؒ نے یہ روایت ابو ہریرہؓ سے ہی ارسال کی ہے، کیونکہ ان دونوں حضرات کا امکان لقاء ممکن ہے۔ واللہ اعلم

اعتراض نمبر ۲ :

خبیب صاحب کہتے ہیں کہ اس زیادت کو بے اصل قرار دینے والے ماہرین علماء ہیں۔ **(مقالات اثریہ: ص ۳۹۹، نیز دیکھئے توضیح الکلام: ص ۷۲۳)**

الجواب:

ائمہ علل اس حدیث کے علت پر متفق نہیں ہے۔

خبیب احمد صاحب نے اس زیادت کے **مضعفین** میں امام یحیی بن معینؒ، امام بخاریؒ، امام محمد بن یحیی الذہلیؒ، امام ابو داودؒ، امام ابن خزیمہ غیرہ کا نام ذکر کیا ہے، لیکن ان حضرات نے اس روایت میں موجود الفاظ " **وإذا قرأ فأنصتوا** " کو ابو خالد الاحمرؒ (م۱۹۰ھ) کا وہم قرار دیا ہے۔ **(مقالات اثریہ: ص ۳۹۹)**،

لیکن خود اثری صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ، ابو داودؒ اور ابن خزیمہؒ اس میں ابو خالدؒ کا وہم فرماتے ہیں، مگر ابو خالدؒ کا یہ وہم نہیں، ان کا ثقہ متابع محمد بن سعد انصاریؒ موجود ہے۔ **(توضیح الکلام: ص ۷۲۴)**

نوٹ:

محمد بن سعد انصاریؒ **(م ۲۰۰؁ھ)** کے علاوہ ثقہ، حافظ، ثبت، حجت امام لیث بن سعدؒ **(م ۱۷۵؁ھ)** نے بھی یہ روایت ابن عجلانؒ سے نقل کی ہے **(تَنْبِیهُ الهَاجِدِ إِلَى مَا وَقَعَ مِنَ النَّظَرِ فِي كُتُبِ الأَمَاجِدِ لابی اسحاق الاثری: ج ۱: ص ۴۲۳)**

لہذا امام یحیی بن معینؒ، امام بخاریؒ، امام محمد بن یحیی الذہلیؒ، امام ابو داودؒ، امام ابن خزیمہ کی جرح غیر صحیح ہے اور اثری صاحب اور خبیب صاحب کا اس کو پیش کرنا باطل و مردود ہے۔

دوسری طرف امام ابو حاتمؒ **(م ۲۷۷؁ھ)**، امام دار قطنیؒ **(م ۳۸۵؁ھ)**، امام بیہقیؒ **(م ۴۵۸؁ھ)**، وغیرہ ائمہ نے اس روایت کو ابن عجلانؒ کی تفرد کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ **(مقالات اثریہ: ص ۳۹۹)**[9]

لیکن ان کے مقابلے میں امام احمد بن حنبلؒ **(م ۲۴۱؁ھ)**، امام مسلمؒ **(م ۲۶۱؁ھ)**، امام ابن جریر الطبریؒ **(م ۳۱۰؁ھ)**، حافظ ابو جعفر الطحاویؒ **(۳۲۱؁ھ)**، امام ابن حزمؒ **(م ۴۵۶؁ھ)**، حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ **(م ۴۶۳؁ھ)**، حافظ بغویؒ **(م ۵۱۶؁ھ)** وغیرہ کئی ائمہ کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ **(دیکھئے ص: ۲۱، صحیح مسلم: ج ۱: ص ۳۰۴، تفسیر ابن جریر: ج ۱۳: ص ۳۵۲، مختصر اختلاف العلماء للطحاوی: ج ۱: ص ۲۰۶، التمہید لابن عبد البر: ج ۱۱: ص ۳۴، الاستذکار: ج ۱: ص ۴۶۶، نیز دیکھئے الاعتصام: ج ۶۰: ش ۴۵، ۱۴ تا ۲۰ نومبر ۲۰۰۸، ۱۵ ذی قعدہ ۱۴۲۹؁ھ: ص ۲۱)**

نیز اس حدیث کو خطیب بغدادیؒ **(م ۴۶۳؁ھ)**، قاضی ابو یعلی الخلیلیؒ **(م ۴۴۶؁ھ)**، ابن عدیؒ **(م ۳۶۵؁ھ)**، ابن مندہؒ **(م ۳۹۵؁ھ)**، عبد الغنی بن سعیدؒ **(م ۴۰۹؁ھ)** نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان حضرات نے سنن نسائی پر صحیح کا

---

[9] نسائیؒ **(م ۳۰۳؁ھ)** کے قول سے ابن عجلانؒ کا تفرد مراد ہے، اور کیونکہ انہوں ابن عجلانؒ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے، اس پر باب " **تأويل قول الله جل ثناؤه {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}** " باندھا ہے۔ **(سنن الکبری للنسائی: ج ۱: ص ۴۷۵)** لہذا اس قول سے ان کا شذوذ کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ الٹا **السنن المجتبی** میں انہوں نے ابن عجلانؒ کی حدیث کا دفاع کرتے ہوئے، ابو خالد کے متابع محمد بن سعد کی توثیق نقل کی ہے۔ **(سنن نسائی: حدیث نمبر ۹۲۲)**، غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے علم کے مطابق کسی امام نے امام نسائیؒ کو اس حدیث کے **مضعفین** میں شمار نہیں کیا۔ واللہ اعلم،

اطلاق کیا ہے، جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب نے کہا ہے۔ **(الاعتصام: ج ٦٠: ش ۴۵، ۱۴ تا ۲۰ نومبر ۲۰۰۸، ۱۵ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ: ص ۲۱)**[10]

اور ہم نے پہلے بھی صراحت کی ہے کہ یہاں مسئلہ مخالفت کا نہیں، زیادتی کا ہے۔ چونکہ حافظ محمد بن عجلانؒ (م ۱۴۸ھ) ثقہ، صدوق محدث ہیں، لہٰذا ان کی زیادتی قابل قبول ہے اور پھر ابن عجلانؒ کے متابع و شاہد بھی موجود ہے، لہٰذا امام احمدؒ، امام مسلمؒ، ابن جریرؒ جیسا ائمہ العلل کی تصحیح مقدم ہے۔ واللہ اعلم

ابن عجلانؒ (م ۱۴۸ھ) کے متابع و شاہد کی بحث:

متابع [شاہد] نمبر ۱:

ابو موسی الاشعریؓ کی حدیث، ابن عجلانؒ (م ۱۴۸ھ) کی قوی شاہد ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔[11]

---

[10] **اعتراض:**

ان حوالوں کے جواب میں خبیب صاحب نے کہا کہ دوسرے گروہ میں مذکورہ ائمہ کے حوالے سے عرض ہے کہ متقدمین کی مفصل جرح کے مقابلے میں ان جلیل القدر ائمہ کی مبہم، غیر واضح اور مطلقاً تصحیح کی کوئی حیثیت نہیں، جبکہ سنن نسائی کو صحیح کہنے والوں کا اس کی مرویات پر نقد کرنا بھی ثابت ہے، یہاں جس کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ **(مقالات اثریہ: ص ۴۰۲)**

حالانکہ زبیر علی زئی صاحب نے اس کا جواب دیا ہے کہ امام دار قطنیؒ اور امام ابو علی النیسابوری سے چوں کہ حدیث مسلم پر کلام مذکور ہے۔ لہٰذا انھیں اس حدیث کے **مصححین** میں شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ **اس روایت کی تخصیص کردی جائے گی اور باقی احادیث پر ان کا قول مذکرہ شرط کے ساتھ جاری رہے گا** یا ان کی جرح اور تصحیح کو باہم متعارض قرار دے کر ساقط کر دیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔ **(الاعتصام: ج ٦٠: ش ۴۵: ۱۴ تا ۲۰ نومبر ۱۵، ۲۰۰۸ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ: ص ۲۱)**

اور خبیب صاحب جن " متقدمین کی مفصل جرح " کا حوالہ دے رہے ہیں، ان کو جواب تو خود ان کے شیخ نے دے دیا ہے، لہٰذا ان کا حوالہ دینا مردود ہے، ابو حاتمؒ، دار قطنیؒ وغیرہ ائمہ سے پہلے امام احمدؒ، امام مسلمؒ نے حدیث ابو ہریرہؓ کو صحیح قرار دیا ہے، اور یہ ثقہ کی زیادتی کا مسئلہ ہے۔ جیسا کہ گزر چکا، اور ابن عجلانؒ کے متابع و شاہد بھی موجود ہے، لہٰذا ان ائمہ العلل کی تصحیح مقدم ہے۔ واللہ اعلم

متابع نمبر ۲ :

حافظ ابو حاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا:

" **وَقَدْ رَوَاهُ خَارِجَةُ بنُ مُصْعَب أيضًا، وتابَعَ ابنَ عَجْلان** "

خارجہ بن مصعبؒ (م ۱۶۸ھ) نے بھی (زید بن اسلمؒ (م ۱۳۶ھ) سے) "**وإذاقرأفأنصتوا**" کی زیادتی نقل کی ہے اور وہ ابن عجلانؒ (م ۱۴۸ھ) کی متابع ہے۔ (**العلل لابن ابی حاتم: ج ۲: ص ۳۹۵**)

خارجہ بن مصعبؒ (م ۱۶۸ھ) کی جرح وتعدیل میں حیثیت :

اثری صاحب نے خارجہ بن مصعبؒ (م ۱۶۸ھ) کے بارے میں اپنے مطلب کے اقوال نقل کئے ہیں کہ ابن معینؒ نے کذاب اور لیس بشئ قرار دیا ہے اور حاکم ابو احمدؒ، ابن خراش، ابن حجرؒ نے متروک قرار دیا ہے۔ (**توضیح الکلام: ص ۷۳۳**)

حالانکہ مشہور امام ابو حاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا کہ " **لم يكن محله محل الكذب** " وہ کذاب نہیں ہیں، اسی طرح حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے کہا: "**وليس هو ممن يتعمد الكذب** " وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہے۔ (**تہذیب الکمال: ج ۸: ص ۲۱**)، حافظ ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے کہا: " **هُوَ فِي نَفْسِهِ ثِقَةٌ**" وہ نفسہ ثقہ ہیں، اس قول کی شرح میں حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا: کہ " **يَعْنِي أَنَّهُ لَيْسَ بِمُتَّهَمٍ**" یعنی وہ متہم نہیں ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۴: ص ۳۴۸، سیر وغیرہ**)

لہذا وہ کذاب نہیں ہیں۔

خارجہ بن مصعبؒ (م ۱۶۸ھ) کی روایت، متابعات میں قابل ذکر ہے:

- حافظ عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) نے ان سے روایت لی ہے۔

---

[11] غیر مقلد عالم، علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ مدلس راوی کی اگر معتبر متابعات یا قوی شاہد مل جائے، تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔ (**نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۳۷**)، چونکہ ابو موسی الاشعریؓ کی حدیث، ابن عجلانؒ (م ۱۴۸ھ) کی روایت کی قوی شاہد ہے، اس لئے ابن عجلانؒ پر تدلیس کا الزام باطل ومردود ہے۔

- حافظ یحیی بن یحییؒ (م۲۲۶؁ھ) نے کہا: " **خارجة عندنا مستقيم الحديث، و لم نكن ننكر من حديثه إلا ما يدلس عن غياث، فإنا كنا قد عرفنا تلك الأحاديث فلا نعرض لها** " خارجہ ہمارے نزدیک مستقیم الحدیث ہیں، ہم ان کی اسی حدیث کو منکر قرار دیتے جس میں وہ غیاث سے تدلیس کرتے، یقیناً ہم نے ان کی ان احادیث کو جان لیا، تو اس کو بیان نہیں کرتے۔

- امام ابو حاتم الرازیؒ (م۲۷۷؁ھ) نے کہا کہ " **مضطرب الحديث، ليس بقوي، يكتب حديثه و لا يحتج به مثل مسلم بن خالد الزنجي، لم يكن محله محل الكذب** " خارجہ مضطرب الحدیث، غیر قوی ہیں، ان کی حدیث لکھی جائے گی، لیکن ان سے احتجاج نہ کیا جائے گا، وہ مسلم بن خالد الزنجیؒ کی طرح ہیں، وہ کذاب نہیں ہیں۔[12]

- اسی طرح حافظ ابن عدیؒ (م۳۶۵؁ھ) نے بھی کہا: " **له حديث كثير، و أصناف فيها مسند و مقاطيع، و حدث عنه أهل العراق، و أهل خراسان، و هو ممن يكتب حديثه، و عندي أنه إذا خالف في الإسناد أو المتن فإنه يغلط و لا يتعمد، و إذا روى حديثا منكرا، فيكون البلاء ممن روى عنه، فيكون ضعيفا، و ليس هو ممن يتعمد الكذب** " ان کی احادیث بہت اور کئی طرح کی ہیں، جن میں مسند بھی ہیں اور **مقاطیع** بھی، ان سے اہل عراق اور اہل خراسان روایت کرتے ہیں، ان کی حدیث لکھی جائے گی، میرے نزدیک جب وہ سند یا متن میں کرتے مخالفت کرتے ہے، تو وہ غلطی کرتے ہیں مگر جان بوجھ کر نہیں، اور جب وہ کوئی منکر حدیث روایت کریں، تو اس میں بلاء انکے شاگرد کی طرف سے ہوگی کہ ان کا شاگرد ضعیف ہوگا، وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ (**تہذیب الکمال: ج۸: ص۱۸**)[13]

---

[12] **<u>ایک اشکال اور اس کا جواب:</u>**

خارجہ کو "**یکتب حدیثه**" کہنے کے باوجود بھی، ان کا اعتبار نہ کرکے امام ابو حاتم الرازیؒ (م۲۷۷؁ھ) نے ابن عجلانؒ (م۱۴۸؁ھ) کی روایت کو ضعیف اس لئے کہا کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک ابن عجلانؒ نے "**و إذا قرأ فأنصتوا** " کی زیادتی نقل کرنے میں دیگر ثقہ اصحاب کی مخالفت کی ہے، جب کہ ہمارے نزدیک یہ مخالفت ہرگز نہیں ہے، کیونکہ ابن عجلانؒ (م۱۴۸؁ھ) نے دیگر ثقہ اصحاب سے کوئی مخالفت نہیں کی، بلکہ ان سے ایک زائد جملہ "**و إذا قرأ فأنصتوا** " نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ابن عجلانؒ (م۱۴۸؁ھ) کی روایت میں خارجہؒ (م۱۶۸؁ھ) کو بطور متابع ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ائمہ ان کو متابعت میں قابل ذکر مانا ہے۔

[13] **<u>نوٹ:</u>**

- امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) نے ان کی روایت کو بطور شاہد ذکر کیا ہے۔ **(المستدرک للحاکم : ج ۱: ص ۲۶۶، وغیرہ)**

- حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ (م۵۸۱ھ) نے بھی کہا: "**خارجة هذا يكتب حديثه**" خارجہ کی حدیث لکھی جائے گی۔ **(الاحکام الوسطی: ج ۴: ص ۲۱۹)**

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ ضعیف راوی خارجہ بن مصعبؒ (م۱۶۸ھ) کی روایت متابعات میں قابل ذکر ہے۔ واللہ اعلم [14]

خارجہ بن مصعبؒ (م۱۶۸ھ) نے اس روایت میں کسی کی مخالفت نہیں کی، بلکہ زیادتی "**وإذا قرأ فأنصتوا**" نقل کی ہے۔ لہذا ان پر ابن عدیؒ کے الفاظ "**عندي أنه إذا خالف في الإسناد أو المتن فإنه يغلط ولا يتعمد**" فٹ کرنا صحیح نہیں ہے۔

[14] **تنبیہ نمبر ۱ :**

امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) نے خارجہ کی روایت کو اختصار سند کے ساتھ یوں بیان کیا ہے کہ " **ورواه عمر بن هارون وهو ضعيف، عن خارجة بن مصعب، وهو ليس بالقوي، عن زيد بن أسلم، ولا يصح** "۔ (**الخلافیات للبیہقی**: ج ۲: ص ۴۷۰، نیز **دیکھئے کتاب القراءت للبیہقی: ص ۱۳۲**)، اس کی سند میں اگرچہ حافظ عمر بن ہارون البلخیؒ (م۱۹۴ھ) موجود ہیں۔

لیکن ان کے بارے میں امام بخاریؒ (م۲۵۶ھ) کہتے ہیں کہ وہ مقارب الحدیث ہیں اور سوائے اس حدیث "**أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها**" کہ میں ان کی کوئی روایت ایسی نہیں جانتا، جس میں وہ منفرد ہوں، یا اس کی اصل نہ ہو۔ (**سنن الترمذی: ج ۵: ص ۹۴**)، لہذا اس بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ خارجہ سے یہ روایت نقل کرنے میں بھی عمر بن ہارون البلخیؒ **(م۱۹۴ھ)** منفرد نہیں ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ حافظ ابو حاتم محمد بن ادریس الرازیؒ (م۲۷۷ھ) نے صیغہ جزم کے ساتھ کہا کہ " **وَقَدْ رَوَاهُ خارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ أيضًا، وتابَعَ ابنَ عَجْلان** "۔ (**العلل لابن ابی حاتم: ج ۲: ص ۳۹۵**)، لہذا حافظ عمر بن ہارون البلخیؒ (م۱۹۴ھ) کا ضعف مضر نہیں۔ واللہ اعلم

تنبیہ نمبر ۲:

اثری صاحب کہتے ہیں کہ خارجہؒ نے یہ روایت زید بن اسلم سے **معنعناً** بیان کی ہے۔ (**توضیح الکلام: ص ۷۳۳**)، حالانکہ زید بن اسلمؒ (م۱۳۶ھ) سے نقل کرنے میں ان کے متابع میں ابن عجلانؒ (م۱۴۸ھ) موجود ہیں، جن کا مدلس نہ ہونا ثابت ہو چکا۔ (**دیکھئے ص: ۴۱**) لہذا جب وہ متابعت میں موجود ہیں، تو خارجہؒ (م۱۶۸ھ) پر تدلیس کا الزام باطل ومردود ہے۔

متابع نمبر ۳ :

حضرت ابو ہریرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی، تو نماز کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے قراءت کی، تو ایک صحابیؓ نے کہا: ہاں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: تب ہی میں کہہ رہا تھا کہ قرآن کی قراءت میں مجھے سے کشمکش کیوں کی جا رہی ہے۔

پھر حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ لوگوں نے جہری نمازوں میں قراءت ترک کر دی جب انہوں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ **(سنن ابو داود: حدیث نمبر ۸۲۶)** [15]

لہذا اس روایت سے بھی "**وإذا قرأ فأنصتوا** " کی تائید ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث میں "**وإذا قرأ فأنصتوا**" کی زیادتی بالکل صحیح ہے، اس کا انکار درست نہیں۔

---

15 اس روایت کی تفصیل اگلے شمارے میں آئے گی۔ (انشاءاللہ)

سلسلۂ توثیقات امام اعظم علیہ الرحمہ باسناد صحیح ۹

معافی بن عمران الموصلیؒ (م ۱۸۶ھ)، کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) صدوق ہیں۔

- مولانا نذیر الدین قاسمی

صدوق خطیب، ابو المؤید الموفق بن احمد المکیؒ (م ۵۶۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

واخبرنی الامام الاجل رکن الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن محمد الکرمانی انا فخر القضاۃ ابو بکر محمد بن الحسین الارسابندی انا ابو الحسن علی بن الحسین السغدی انبا الشیخ ابو اسحاق ابراھیم بن محمد بن خلف الکرابیسی انبا ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن یزداد الرازی انبا ابو الفضل البغدادی انبا ابو حفص المحرمی انبا بشر بن الحارث سمعت المعافی بن عمران الموصلی یقول کان فی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ عشر خصال ما کانت واحدۃ منھا قط فی احد الا صار رئیسا فی قومہ وساد قبیلتہ الورع والصدق والسخاء والفقہ ومداراۃ الناس والمروۃ الصادقۃ والاقبال علی ماینفع وطول الصمت والاصابۃ بالقول ومعونۃ اللھفان عدوا کان اوولیا۔

معافی بن عمرانؒ (م ۱۸۶ھ) کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ میں "۱۰" عادتیں ایسی تھیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی کسی میں ہو تو وہ اپنی قوم کا رئیس ہو جائے اور اپنے قبیلے کی سرداری کرے، انتہائی پرہیزگاری، صدق، سخاوت، فقاہت، لوگوں سے اچھا برتاؤ، سچی مروت، مفید کاموں میں مشغول رہنا، طویل خاموشی، بات کی صحت، پریشان حال کی مدد کرنا چاہے دشمن ہو کہ دوست۔ **(مناقب ابی حنیفۃ للمکی: ص ۱۸۵-۱۸۶، طبع بیروت)**

سند کی تحقیق:

(۱) خطیب، ابو المؤید الموفق بن احمد المکیؒ (م ۵۶۸ھ) کی توثیق کے لئے دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۴: ص ۷۰**۔

(۲) عبد الرحمٰن بن محمد، ابو الفضل الکرمانیؒ (م ۵۴۳ھ) بھی اپنے زمانے مشہور فقیہ اور اصحاب ابو حنیفہ کے امام ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۱۱: ص ۸۲۹، الجواہر المضیہ: ج ۱: ص ۳۰۴)**

(۳)　محمد بن الحسین الارسابندی، ابو بکر المروزیؒ (م ۵۱۲؁ھ) بھی مشہور امام، فقیہ، مناظر اور کبار ائمہ احناف ہیں۔ **(الجواہر: ج ۲: ص ۵۱، تاریخ الاسلام: ج ۱۱: ص ۱۹۷)**

(۴)　ابو الحسن، علی بن الحسین السغدیؒ (م ۴۶۱؁ھ) بھی مشہور امام، فقیہ اور فاضل ہیں۔ **(تاج التراجم: ص ۲۰۹، الجواہر: ج ۱: ص ۳۶۱)**

(۵)　ابو اسحاق، ابراہیم بن محمد بن خلف الکرابیسیؒ کو امام ابو الحسن، علی بن الحسین السغدیؒ (م ۴۶۱؁ھ) نے "الشیخ" قرار دیا ہے، جیسا کہ اس روایت کی سند میں موجود ہے، لہٰذا یہ توثیق ان کے صدوق ہونے کے لئے کافی ہے۔

(۶)　ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن یزداد الرازیؒ (م ۴۵۳؁ھ) سے ایک جماعت ابو اسحاق، ابراہیم بن محمد بن خلف الکرابیسیؒ، ابو سہل، محمد بن محمد بن احمد العا صمیؒ، اسماعیل بن الحسین بن علی، ابو محمد بخاریؒ (م ۴۰۲؁ھ)، محمد بن نصرویہ، ابو سہل المروزیؒ، ابو الخیر، محمد بن علی بن الحسنؒ، علی بن احمد بن محمد بن سلیمان، ابو الحسن بخاریؒ، ابو بکر محمد بن ابی اسحاق الکلاباذی بخاریؒ (م ۳۸۰؁ھ) وغیرہ نے ان سے روایت لی ہے۔ **(تاریخ ابن عساکر: ج ۵۴: ص ۵۶، شعب الایمان: ج ۱۲: ص ۴۰۳، جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر: ج ۲: ص ۱۱۵۹، السنن الکبری: ج ۵: ص ۵۵۴، بحر الفوائد للکلاباذی: ص ۴۲۵، التدوین: ج ۱: ص ۴۳۵)** اور ان پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے۔

اور وہ "ري" کے مفسر تھے۔ **(الانساب للسمعانی: ج ۱۳: ص ۴۹۲)**

لہٰذا وہ صدوق ہیں۔ **(مجلہ الاجماع: ش ۱۴: ص ۵۷)**

(۷)　ابو فضل بغدادیؒ سے مراد ثقہ، زاہد جعفر بن محمد بن یعقوب، ابو الفضل الصندلی بغدادیؒ (م ۳۱۸؁ھ) ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۳۳۷-۳۳۸)**

(۸)　عمر بن منصور، ابو حفص الکاتبؒ سے امام عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ (م ۲۹۰؁ھ) اور دیگر نے روایت لی ہے۔ **(تاریخ بغداد: ج ۱۱: ص ۲۱۰، طبع بیروت)**، اور امام عبد اللہؒ (م ۲۹۰؁ھ) اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔

(اتحاف النبیل: ج۲: ص۱۰۳، دراسات حدیثیۃ متعلقۃ بمن لا یروی الا عن ثقۃ للشیخ ابو عمرو الوصابی: ص۲۷۷)،

لہذا عمر بن منصور، ابو حفص الکاتبؒ صدوق ہیں۔

(۹) بشر بن الحارثؒ (**م۲۲۷؁ھ**) سنن ابو داود اور سنن نسائی کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۸۰)**

(۱۰) معافی بن عمران الموصلیؒ (**م۱۸۶؁ھ**) صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ، عابد، فقیہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۷۴۵)**

لہذا یہ سند حسن ہے۔

معلوم ہوا کہ معافی بن عمران الموصلیؒ (**م۱۸۶؁ھ**) کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ (**م۱۵۰؁ھ**) صدوق ہیں۔ واللہ اعلم

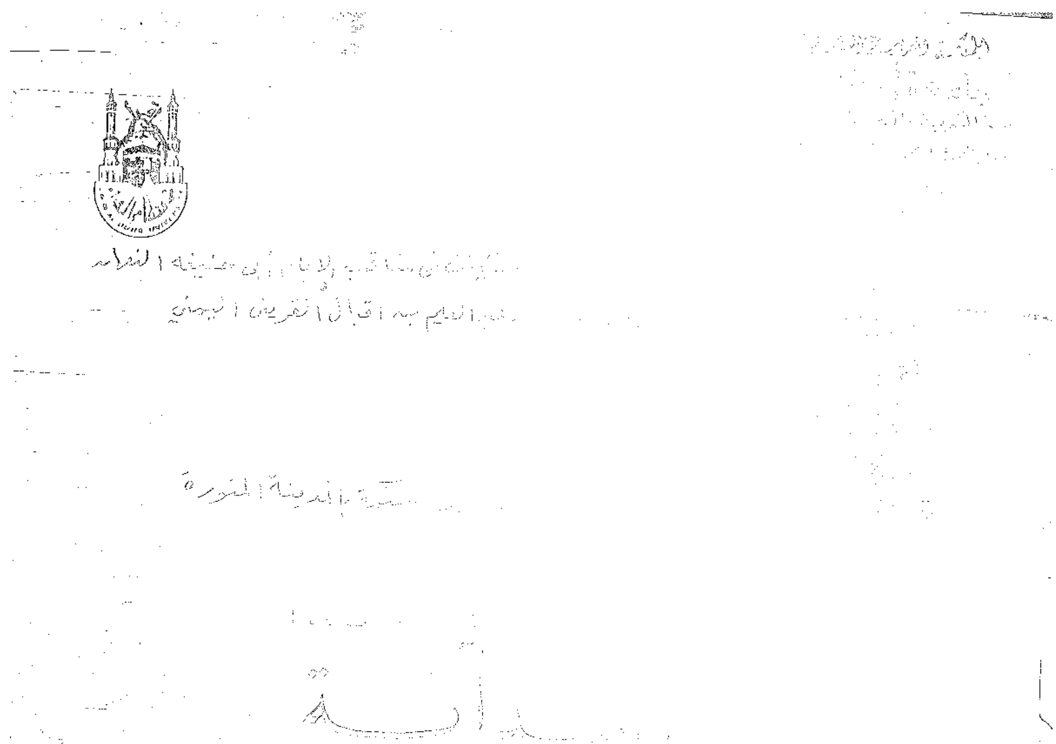
"قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان"

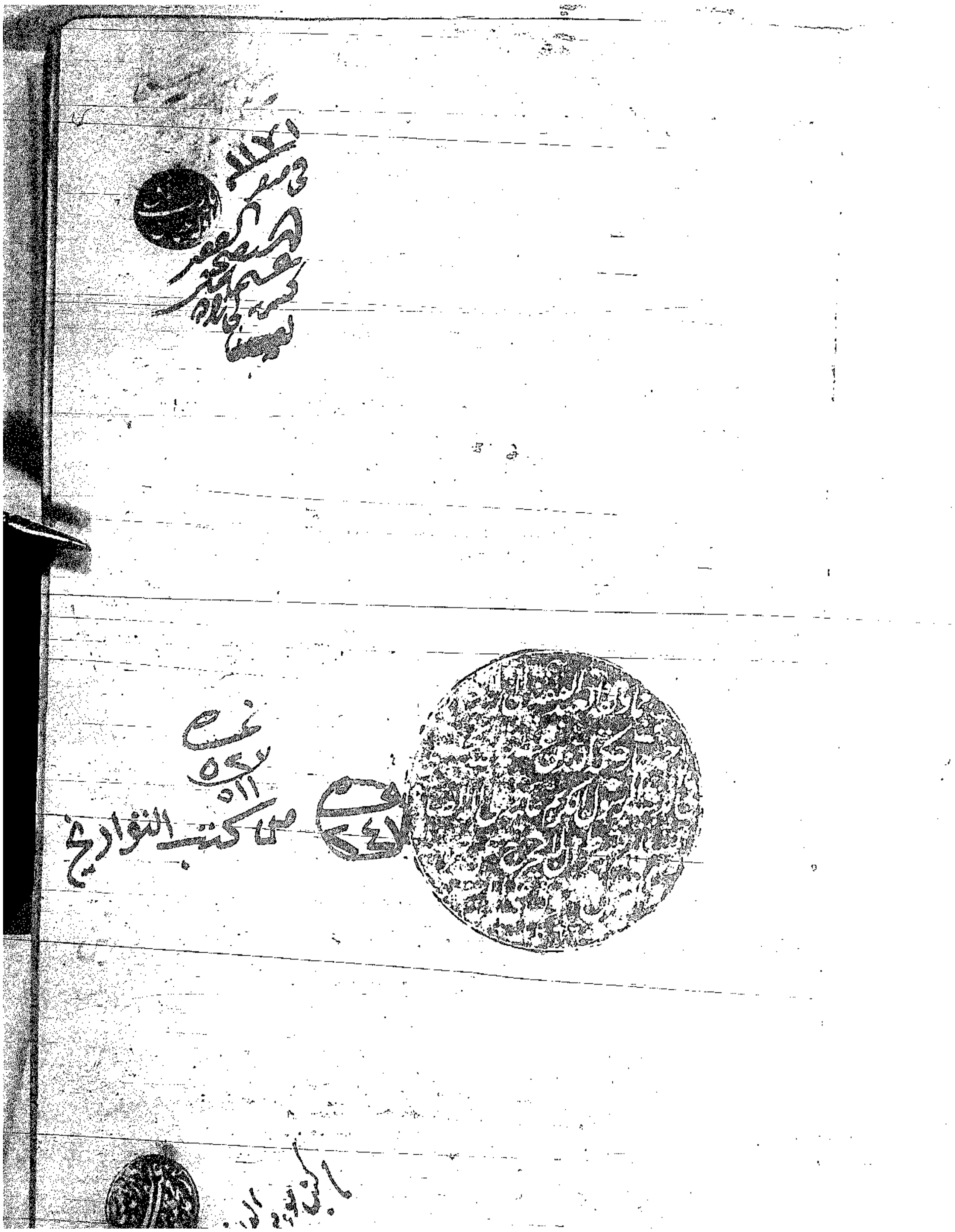
کی ایک عبارت اور ائمہ احناف کی توثیق

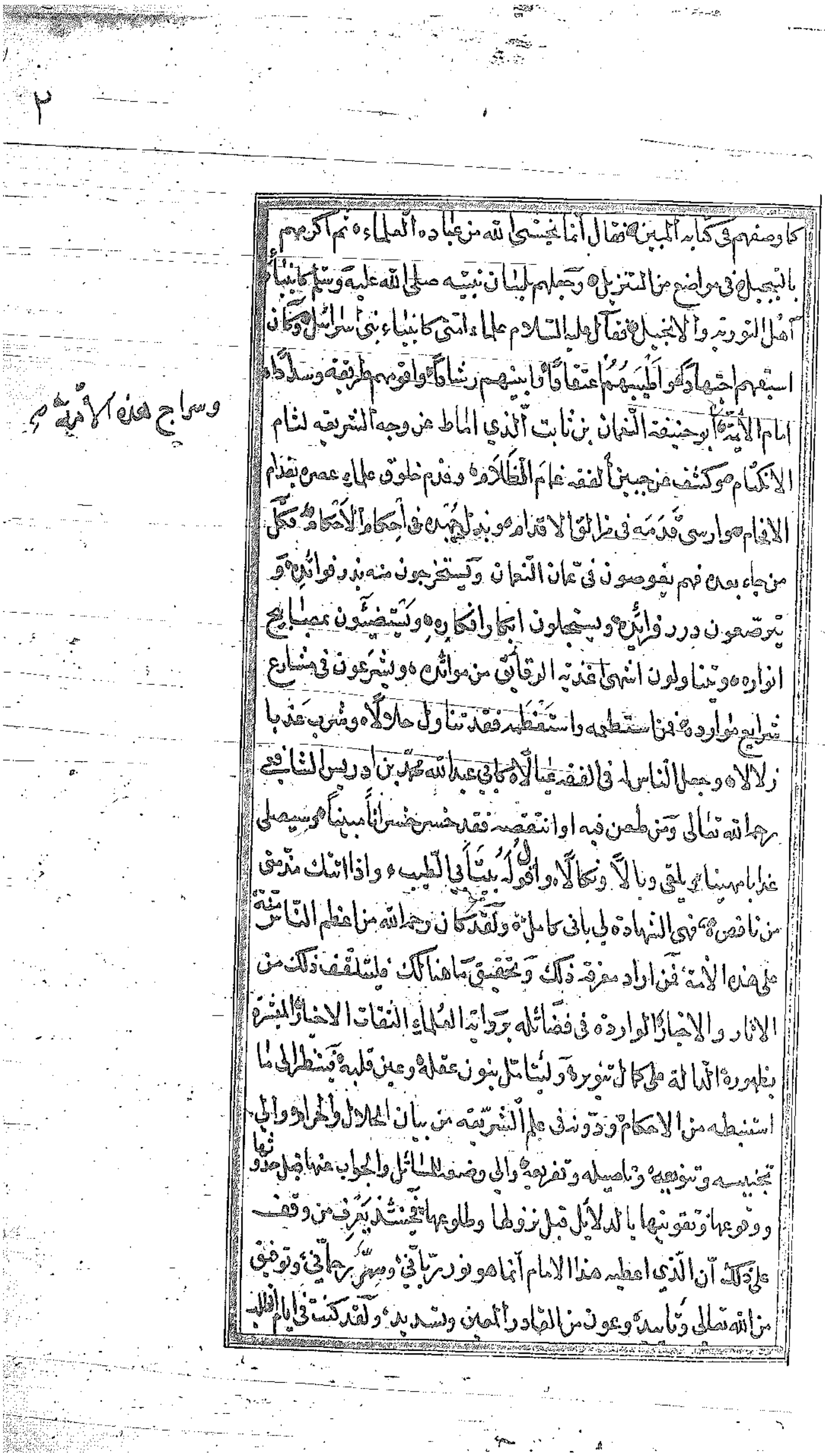
مولانا نذیر الدین صاحب قاسمی -

ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے مناقب و فضائل میں ائمہ کی ایک بڑی جماعت نے کتابیں تحریر فرمائی ہیں، ان ہی میں "**قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان**" بھی ہے، جس کے مصنف شیخ امام ابو القاسم شرف الدین بن عبد العلیم قربتی یمنیؒ (م بعد ۹۷۴ھ) ہیں۔ **(کشف الظنون: ج ۲: ص ۱۸۳۸،)**

"**قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان**" معتمد ذرائع کے مطابق طبع نہیں ہوئی، اس کا ایک مخطوطہ [رقم ۱۸۰/ ۹۰۰] مکتبہ عارف حکمت مدینہ منورہ میں ہے، جس کی نقل جامعہ ام القراء میں موجود ہے۔







٢

وسراج هذه الأمة

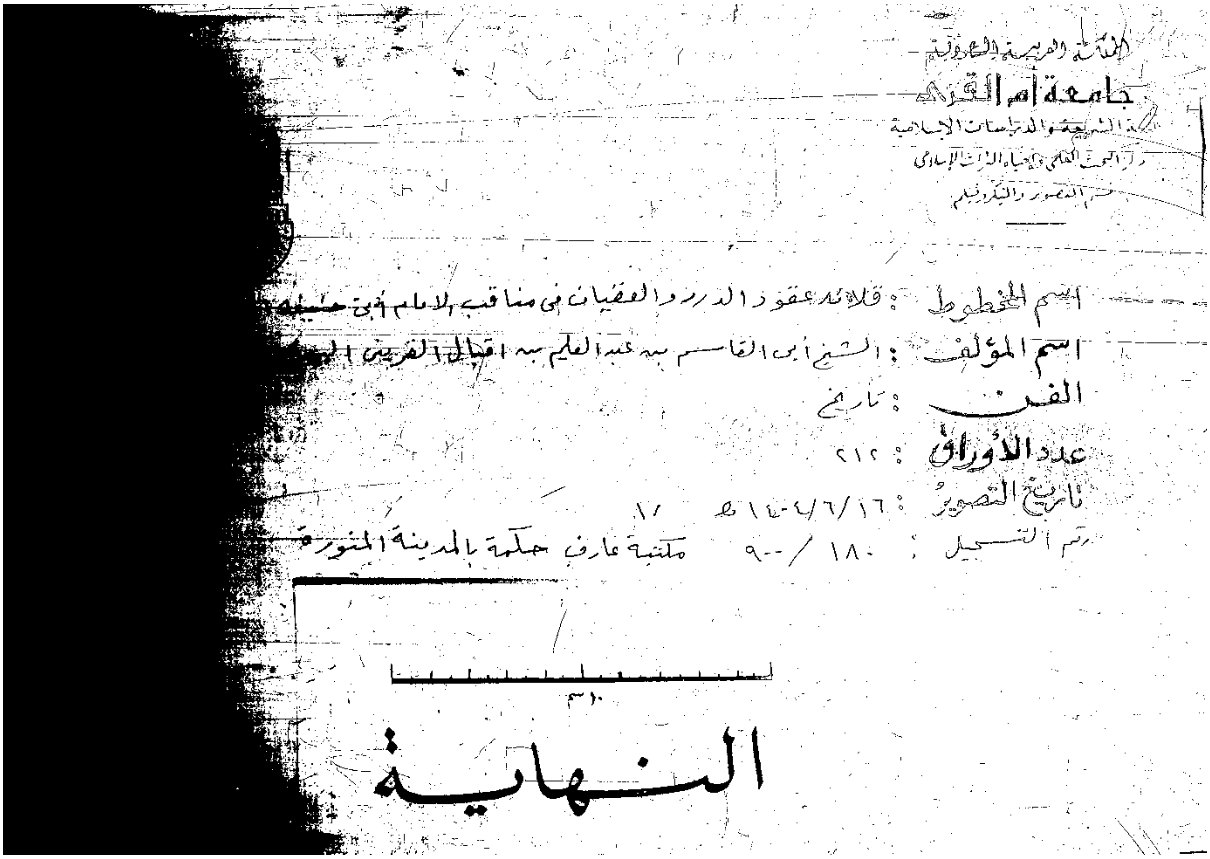
كما وصفهم في كتابه المبين فقال إنما يخشى الله من عباده العلماء ثم أكرمهم
بالتبجيل في مواضع من التنزيل وجعلهم لبيان نبيه صلى الله عليه وسلم كأنبياء
أهل التوراة والإنجيل فقال عليه السلام علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل وكان
أسبقهم اجتهاداً وأكملهم علماً وأثبتهم رشاداً وأقومهم طريقة وسداداً
إمام الأئمة أبو حنيفة النعمان بن ثابت الذي أماط عن وجه الشريعة لثام
الأحكام وكشف عن جبين الفقه غمام الظلام وقدم خلوق علماء عصره بقدام
الإقدام ورسخ قدمه في مزالق الأقدام وبذل جهده في أحكام الأحكام فكل
من جاء بعده فهم يغوصون في عمان النعمان ويستخرجون منه بدور فوائده و
يترصعون درر فرائده ويجتلون أبكار أفكاره ويستضيئون بمصابيح
أنواره ويتناولون أشهى أغذية الرقائق من موائده ويشرعون في مشارع
شرائع موارده فمن استقطفه واستمطره فقد تناول حلاله وشرب عذبا
زلاله وجعل الناس له في الفقه عيالا كما قال أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي
رحمه الله تعالى ومن طعن فيه أو انتقصه فقد خسر خسراناً مبيناً وسيصلى
عذاباً مهيناً ويلقى وبالاً ونكالاً وأقول لهم بيتاً لأبي الطيب وإذا أتتك مذمتي
من ناقص فهي الشهادة لي بأني كامل ولقد كان رحمه الله من أعظم الناس منة
على هذه الأمة فمن أراد معرفة ذلك وتحقيق ما هنالك فليتلقف ذلك من
الآثار والأخبار الواردة في فضائله برواية العلماء الثقات الأخيار المبشرة
بظهوره الدالة على كمال نوره وليتأمل بعيون عقله وعين قلبه فينظر إلى ما
استنبطه من الأحكام ودونه في علم الشريعة من بيان الحلال والحرام وإلى
تجنيسه وتنويعه وتأصيله وتفريعه وإلى وضعه المسائل والجواب عنها قبل حدوثها
ووقوعها وتقويتها بالدلائل قبل نزولها وطلوعها فحينئذ يعرف من وقف
على ذلك أن الذي أعطيه هذا الإمام إنما هو نور رباني وسر رحماني وتوفيق
من الله تعالى وتأييد وعون من القادر المعين وتسديد ولقد كنت في أيام الطلب

مشغوفا بالوقوف على مؤلف في مناقب الامام ابي حنيفة وكنت اطلب ذلك فلم
أجد في وقتي ذلك كتابا جامعا لمناقبه وفضائله ولما وقفت على عدة كتب
مصنفة في مناقب غيره من الائمة ازداد شغفي وولعي وبحثي وطلبي فلم
اجد وظننت انه ليس احد من اهل مذهبه ولا من تلامذته الف كتابا
مفردا في مناقبه فتتبعت ما عثرت عليه من ذكر بعضها وصادفت في كتب التواريخ
واوائل الشروح وديباجات الكتب وفي غضون بطون الدفاتر وعيون
المسائل عند ذكر الحجج والدلائل فالتقطت ذلك وجمعته وكتبته والفته
ورتبته وهذبته وبوبته وفصلته فجاء بحمد الله تعالى كتابا وافيا ولمن
اراد الوقوف على مناقبه كافيا شافيا وسميته قلائد عقود الدرر والعقيان
في مناقب الامام ابي حنيفة النعمان ثم بعد ذلك من الله تعالى علي بحصول
مصنف لطيف في فضائله ومناقبه وشمائله من تصنيف الشيخ الامام ابي عبد الله
الحسين بن علي بن محمد الصيمري رحمه الله وحصل لي من فضل الله تعالى كتاب
الجواهر المضية في طبقات الحنفية فاطلعت فيها على عدة اسماء جماعة ممن
صنف في مناقبه وعلى عدة اسماء كتب مستقلة صنفت في مناقبه لجماعة من
نحارير العلماء المتقدمين منهم الامام الحافظ ابو جعفر الطحاوي رحمه الله تعالى
قال في طبقات الحنفية في ترجمة ابي جعفر الطحاوي وله مجلد في مناقب ابي حنيفة
رحمه الله تعالى ومنهم الامام محمد بن احمد بن شعيب المعروف بالشعبي صنف
في مناقبه كتابا بلغ عشرين جزءا ذكره الحاكم في تاريخه ومنهم الامام موفق بن
احمد المكي الخوارزمي صنف كتابا في مناقبه ورتبه على اربعين بابا ومنهم
القاضي ابو عبد الله الحسين بن علي الصيمري صنف كتاب المناقب والشمائل
والفضائل وهو الذي حصل لي واكثر عزوي اليه ومنهم الامام محي الدين عبد
القادر بن ابي الوفا القرشي صاحب الطبقات صنف في مناقبه كتابا سماه
شقائق النعمان في مناقب الامام النعمان ومنهم الشيخ الامام ابو المظفر يوسف بن

مطلب تسمية الكتاب

عبدالله

عبد الله بن فيروز سبط ابن الجوزي صنف كتابا في ترجيح مذهبه على غيره من
المذاهب ذكر فيه ان من قلده دون غيره كان احوط له واحفظ لدينه وذكر فيه الرد
على من يخالفه وينتقصه وهو كتاب جليل مفيد يشتمل على نيف وثلثين بابا ليس
نظيره في فنه وصنف ايضا كتاب الانتصار لامام ائمة الامصار في مجلدين كبيرين
ذكر ذلك ابن وهبان في اول شرح منظومته ومنهم الامام الكبير عبد الله بن محمد
بن يعقوب الحارثي صنف كتابا سماه كشف الآثار في مناقبه رضي الله عنه ولما
املاه كان يستملي عليه اربعمائة مستملي وغير هولاء خلق لا يحصون فلما اطلعت
على ذلك اطمانت نفسي وطاب خاطري وانشرح صدري وقوي اعتقادي
ورسخ حبه في فؤادي واما الذين ذكروه في اوائل كتبهم او اواخرها فجمع عظيم
ومنهم الامام ابو الحسين القدوري ذكر بعضا من مناقبه في اول شرحه لمختصر
ابي الحسن الكرخي رحمهما الله تعالى ومنهم الامام محمد بن عبد الرحمن الغزنوي تلميذ
الامام السغناقي صاحب النهاية ذكر طرفا من مناقبه في كتابه جامع الانوار
في الحديث ومنهم الامام احمد بن سليمان بن سعيد ذكر بعضا من مناقبه في اخر
كتابه الدرر ومنهم الامام شمس الدين يوسف بن عمر بن يوسف الصوفي
الكاروري صاحب جامع المضمرات والمشكلات ذكر شيئا من مناقبه في اول كتابه
ومنهم الامام ابو عمر بن عبد البر ذكر بعضا من مناقبه في كتابه الانتقاء ومنهم
الامام شمس الدين يوسف بن ابي سعيد بن احمد السجستاني ذكر نبذة من مناقبه
في كتابه منية المفتي ومنهم الامام شرف الدين اسماعيل بن عيسى الاوغاني
المكي ذكر نبذة من مناقبه في كتابه مختصر المسند ومنهم الامام ابو البقاء بن ابي
الضياء القرشي العدوي المكي ذكر مثل ذلك في كتابه مختصر المسند ومنهم
الامام ابو عبد الله محمد بن خسرو البلخي ذكر شيئا من ذلك في اول كتابه المسند
ومنهم صاحب كتاب سفينة العلوم ومنهم الامام ابو جعفر احمد بن عبد الله بن
القسم السرماري الشيرازي عقد له بابا في مصنفه في ترجيح مذهب ابي حنيفة


المملكة العربية السعودية
جامعة أم القرى
كلية الشريعة والدراسات الإسلامية
مركز البحث العلمي وإحياء التراث الإسلامي
قسم التصوير والميكروفيلم

اسم المخطوط : قلائد عقود الدرر والعقيان في مناقب الإمام أبي حنيفة
اسم المؤلف : الشيخ أبي القاسم بن عبد العليم ابن أقبال القرشي
الفن : تاريخ
عدد الأوراق : ٢١٢
تاريخ التصوير : ١٦/٦/١٤٠٤ هـ
رقم التسجيل : ١٨٠ / ٩٠٠ مكتبة عارف حكمة بالمدينة المنورة

النهاية

یہی صدوق [16]، مورخ، امام ابو القاسم شرف الدین بن عبد العلیم القربتی **الیمنی**ؒ **(م بعد ۹۷۴ھ)** اپنی کتاب "**قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب الإمام أبی حنیفۃ النعمان**" کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں:

" ولقد کان رحمہ اللہ من أعظم الناس منۃ علی ھذہ الأمۃ، فمن أراد معرفۃ ذلک وتحقیق ما ھنالک فلیتلقف ذلک من الآثار والأخبار الواردۃ فی فضائلہ بروایۃ العلماء الثقات الأخبار المبشرۃ بظھورہ، الدالۃ علی کمال تنویرہ۔-------------------------------

ولقد کنت فی أیام الطلب مشغوفا بالوقوف علی مؤلف فی مناقب الإمام أبی حنیفۃ، وکنت أطلب ذلک فلم أجد فی وقتی ذلک کتاباً جامعاً لمناقبہ وفضائلہ، ولما وقفت علی عدۃ کتب مصنفۃ فی مناقب غیرہ من الأئمۃ ازداد شغفی وولعی وبحثی وطلبی فلم أجد، وظننت أنہ لیس أحد من أھل مذھبہ ولا من تلامذتہ ألف کتاباً مفرداً

---

[16] علماء نے ان کو شیخ، امام وغیرہ قرار دیا ہے۔ **(کشف الظنون: ج۲: ص۱۳۸۱)** اور یہ ان کے صدوق ہونے کے لئے کافی ہے۔ **(اضواء المصابیح: ص ۲۵۱، مجلہ الاجماع: ش ۱۴: ص ۵۷)**

فی مناقبه فتتبعت ماعثرت عليه من ذكر بعض أوصافه فی كتب التواريخ وأوائل الشروح وديباجات الكتب وفی غضون بطون الدفاتر وعيون المسائل عند ذكر الحجج والدلائل فالتقطت ذلک وجمعته وكتبته وألفته وجانسته وهذبته وبوبته وفصلته فجاء بحمد الله تعالىٰ كتاباً وافياً ولمن أراد الوقوف على مناقبه كافياً شافياً، وسميته قلائد عقود الدرر والعقيان فی مناقب الإمام أبی حنيفة النعمان، ثم بعد ذلک من الله تعالىٰ علي بحصول مصنف لطيف فی فضائله ومناقبه وشمائله من تصنيف الشيخ الإمام أبی عبد الله الحسين بن علي بن محمد الصيمري رحمه الله وحصل لی من فضل الله تعالىٰ كتاب الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية، فاطلعت فيها على عدة أسماء الجماعة ممن صنف فی مناقبه وعلى عدة أسماء كتب مستقلة صنفت فی مناقبه لجماعة من نحارير العلماء المتقدمين، منهم الإمام الحافظ أبو جعفر الطحاوي رحمه الله تعالىٰ قال فی طبقات الحنفية فی ترجمة أبی جعفر الطحاوي وله مجلد فی مناقب أبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ، ومنهم الإمام محمد بن أحمد بن شعيب المعروف بالشعيبی صنف فی مناقبه كتاباً أبلغ عشرين جزءاً ذكره الحاكم فی تاريخه، ومنهم الإمام موفق بن أحمد المكي الخوارزمي صنف كتاباً فی مناقبه ورتبه على أربعين باباً، ومنهم القاضی أبو عبد الله الحسين بن علي الصيمري صنف كتاب المناقب والشمائل والفضائل وهو الذی حصل لی وأكثر عزوی إليه، ومنهم الإمام محي الدين عبد القادر بن أبی الوفاء القرشي صاحب الطبقات صنف فی مناقبه كتاباً أسماه شقائق النعمان فی مناقب الإمام النعمان، ومنهم الشيخ الإمام أبو المظفر يوسف بن عبد الله بن فيروز سبط بن الجوزي صنف كتابا فی ترجيح مذهبه على غيره من المذاهب ذكر فيه أن من قلده دون غيره كان أحوط له وأحفظ لدينه وذكر فيه الرد علىٰ من يخالفه أو ينتقصه وهو كتاب جليل مفيد يشتمل على نيف وثلثين باباً ليس له نظير فی فنه وصنف أيضاً كتاب الإنتصار لإمام أئمة الأمصار فی مجلدين كبيرين ذكر ذلک ابن وهبان فی أول شرح منظومته، ومنهم الإمام الكبير عبد الله بن محمد بن يعقوب الحارثي صنف كتابا سماه كشف الآثار فی مناقبه رضي الله عنه، ولما أملاه كان يستملي عليه أربعماية مستملي وغير هؤلاء خلق لا يحصون فلما اطلعت على ذلک اطمأنت نفسي وطاب خاطری وانشرح صدری، وقویٰ اعتقادی، ورسخ حبه فی فوادی۔''

''آپ (امام ابو حنیفہ) رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا اس امت پر بڑا احسان ہے، جو اسے جاننا اور جانچنا چاہے، اسے آپ کے فضائل کے بارے میں آئے ہوئے ان آثار اور احادیث کو حاصل کرنا چاہیے، جو آپ کے ظہور کی بشارتیں سناتے ہیں، اور آپ کی کمال نورانیت پر دلالت کرتے ہیں، جنہیں علماء ثقات نے روایت کیا ہے۔

پھر مصنفؒ ان ''علماء ثقات'' کی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مجھے ایسے بہت سے لوگوں کے نام پتہ چلے، جنہوں نے آپ کے مناقب میں کتابیں تصنیف کی تھی، نیز کئی ایسی کتابوں کے نام معلوم ہوئے جنہیں ماہر متقدمین علماء نے مستقل طور پر آپؒ کے مناقب میں تصنیف فرمایا تھا، جن میں سے امام حافظ ابو جعفر طحاویؒ، طبقات حنفیہ میں امام ابو جعفر طحاویؒ کے حالات میں لکھتے ہیں: " امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں (بھی) آپ کی ایک جلد (میں کتاب) ہے"۔

انہی (ثقات اور ماہر متقدمین علماء) میں سے امام محمد بن احمد بن شعیب معروف **الشعیبی** بھی ہیں، انہوں نے آپؒ کے مناقب میں ایسی کتاب تصنیف فرمائی جو بیس جزء تک پہنچ گئی، امام حاکمؒ نے اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

انہی میں سے امام موفق بن احمد مکی خوارزمیؒ بھی ہیں، انہوں نے بھی آپؒ کے مناقب میں کتاب تصنیف کی ہے، اور اسے چالیس ابواب پر مرتب کیا ہے۔

ان (ثقات اور ماہر متقدمین علماء) میں سے قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی **صیمری**رحمہ اللہ بھی ہیں، انہوں نے (آپؒ کے) مناقب، شمائل و فضائل پر کتاب تصنیف کی، یہی کتاب مجھے ملی تھی اور میں نے اکثر جگہ اسی کا حوالہ دیا ہے۔

انہی میں سے امام **محي الدين** عبد القادر بن ابی الوفاء قرشیؒ، صاحب (کتاب) الطبقات بھی ہیں، انہوں نے بھی آپ کے مناقب میں کتاب لکھی ہے، جس کا نام " **شقائق النعمان فی مناقب الامام النعمان** " رکھا ہے۔

انہی میں سے امام ابو المظفر یوسف بن عبد اللہ بن فیروز سبط ابن الجوزی بھی ہیں، انہوں نے دوسرے مذاہب پر امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی ترجیح پر کتاب لکھی ہے، اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ جو شخص امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتا ہے، نہ کہ دوسرے علماء کی، (تو اس میں) اس کے لئے زیادہ احتیاط اور اس کے دین کی زیادہ حفاظت ہے، نیز اس میں ان لوگوں پر رد بھی ذکر کیا ہے جو آپؒ کی مخالفت اور تنقیص کرتے ہیں، یہ جلیل القدر اور مفید کتاب ہے جو تیس سے زیادہ ابواب پر مشتمل ہے، اور اپنے فن میں بے نظیر ہے، اسی طرح آپ نے "**الانتصار لامام ائمه الأمصار**" نامی کتاب دو بڑی جلدوں میں تصنیف کی ہے، ابن وہبانؒ نے اپنے منظومہ کی شرح کے شروع میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

انہی (ثقات اور ماہر متقدمین علماء) میں سے امام کبیر عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بھی ہیں، آپ نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام "کشف الآثار" رکھا ہے، جب آپ نے یہ (کتاب) املاء کروائی، تو چار سو لوگ املاء کروا رہے تھے، اور ان کے علاوہ اتنی بڑی تعداد تھی کہ ان کا کوئی حساب و شمار نہیں، جب میں اس پر مطلع ہوا تو میرے نفس کو اطمینان، میرے دل کو خوشی، اور میرے سینے کو انشراح ہوا، میرا اعتقاد مضبوط ہوا اور آپ کی محبت میرے سویدائے قلب میں پیوست ہو گئی۔ **(مخطوطہ قلائد عقود الدرر و العقیان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: فولیو نمبر ۲-۳، رقم ۱۶۴/۹۰۰، مکتبة عارف حکمة بالمدینة المنورة)**

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صدوق، مورخ، امام شرف الدین بن عبد العلیم القرہتی **الیمنی**ؒ (م بعد ۹۷۴ھ) کے نزدیک:

- امام ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ)
- امام کبیر ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ)،
- امام محمد بن احمد بن شعیب **الشعیبی**ؒ (م ۳۵۷ھ)،
- امام ابو عبد اللہ الصیمریؒ (م ۴۳۶ھ)،
- خطیب خوارزم، امام ابو المؤید، احمد بن الموفق المکیؒ (م ۵۶۸ھ)،
- امام ابو المظفر، یوسف بن عبد اللہ المعروف سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ)،
- امام محی الدین عبد القادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) وغیرہ ائمہ ثقات میں سے ہیں۔ واللہ اعلم

صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت

حافظ زبیر علی زئی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:《و إذا قرأ الإمام فانصتوا》''اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔'' [مسند احمد ٤/ ٤١٥ ح ١٩٧٢٣ ، صحیح مسلم : ٤٠٤ ، ترقیم دارالسلام : ٩٠٥ ، صحیح ابی عوانه ٢/ ١٣٣]

اس حدیث کو درج ذیل محدثین اور علماء نے صحیح قرار دیا ہے:

① ...... امام مسلم رحمہ اللہ: امام مسلم رحمہ اللہ کا اس حدیث کو اپنی کتاب صحیح مسلم میں درج کرنا اور جرح نہ کرنا، اُن کے نزدیک اِس کی تصحیح ہے۔قال ابو اسحاق الخ والی زیادت کے بارے میں محمد بن خلیفہ الابی لکھتے ہیں: " وهي تدل علٰى تصحيح مسلم لتلك الزيادة ۔"

''اور یہ اس (بات) پر دلالت کرتی ہے کہ مسلم اس زیادت کو صحیح سمجھتے ہیں۔'' [اکمال اکمال المعلم ج٢ ص ٢٨٧]

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں:

" وقد ذكر ابن سفيان عن مسلم في رواية الجلودي بإثر هذا الحديث ما يدل علٰى تصحيح مسلم لهذه الزيادة ..." [اكمال المعلم ٢/ ٣٠٠]

''اور (ابواسحاق ابراہیم بن محمد) بن سفیان نے (محمد بن عیسیٰ بن عمرویہ) الجلودی کی روایت میں (امام) مسلم سے اس حدیث کے بعد وہ (کلام) ذکر کیا جو مسلم کے نزدیک اس زیادت کی تصحیح پر دلالت کرتا ہے۔''

ابوالعباس (احمد بن عمر بن ابراہیم) القرطبی لکھتے ہیں:

" فهذا تصريح بصحتها ..." إلخ

''پس یہ (امام مسلم کے نزدیک) اس کے صحیح ہونے کی تصریح ہے۔'' [المفهم ٢/ ٣٩]

حافظ ابن تیمیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

" صححه أحمد و إسحاق و مسلم بن الحجاج وغيرهم ۔" [مجموع فتاویٰ ابن تیمیه ٢٢/ ٣٤٠]

''اسے احمد (بن حنبل)، اسحاق (بن راہویہ) اور مسلم بن الحجاج وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔''

ان کے علاوہ کئی علماء نے یہ فرمایا ہے کہ امام مسلم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔خبیب صاحب کے استاذِ محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ حافظ ابومسعود الدمشقی کا اعتراض: ''امام مسلم کا مقصد تیمی کی حدیث ذکر کرنے سے یہ ہے کہ حدیث میں جو اختلاف ہے اسے بیان کیا جائے اس لیے نہیں (کہ) وہ اسے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔'' نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''مگر من وجہ اس پر کلام ہے کیوں کہ امام مسلم کے نزدیک یہ زیادت صحیح ہے۔لیکن چونکہ اس روایت کو امام بخاری، امام دارقطنی بلکہ امام احمد نے بھی معلول قرار دیا ہے، اس لیے ان کی بات امام مسلم سے مقدم ہے۔''

[توضیح الکلام طبع قدیم ج٢ ص ٢٤٨، طبع جدید ص ٦٦٤ حاشیہ]

ان محدثین کرام اور علماء بلکہ اپنے ہی استاذِ محترم کے خلاف خبیب صاحب لکھتے ہیں:

''امام مسلم نے یہاں سلیمان تیمی کی حدیث کو جس انداز سے ذکر کیا ہے اور سلیمان کی دیگر ثقات کی مخالفت پر تنبیہ کی ہے ان دونوں باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم بھی اس زیادت کو صحیح نہیں سمجھتے۔ محض انھوں نے سلیمان تیمی اور قتادہ کے بقیہ شاگردوں کے مابین اختلاف ذکر کر کے اس کی علت کی جانب اشارہ کیا ہے جس کے درج ذیل قرائن ہیں: یہ زیادت امام مسلم کے ہاں بھی شاذ ہے......'' [ہفت روزہ الاعتصام لاہور ج ۶۰ شمارہ: ۳۵ ص ۱۹] سبحان اللہ!

خبیب صاحب کو چاہئے کہ وہ ادارہ علوم اثریہ کی لائبریری میں اپنے واجب الاحترام استاذ صاحب سے گفتگو کر کے یہ مسئلہ طے کرلیں کہ استاذ صاحب کی بات صحیح ہے یا خبیب صاحب نے غلط سمجھا ہے؟

خبیب صاحب اپنے مضمون کے آخر میں اپنے خاص انداز میں اپنے ظن وگمان کو قوی یقین قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہمیں بھی قوی یقین ہے کہ اگر محترم حافظ زبیر حفظہ اللہ توضیح الکلام میں اس حدیث کے بارے میں مکمل بحث پڑھ لیتے یا طائرانہ نگاہوں سے اس بحث کی شہ سرخیوں کو دیکھ لیتے تو وہ عجلت میں بھی ایسی تغلیط کے مرتکب نہ ہوتے۔ اس لیے ان کا اس کلام پر اعتراض کرنا عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ میں استاذ اثری حفظہ اللہ نے جو فرمایا، ان کا فرمان مسلک محدثین کا آئینہ دار ہے۔''

[الاعتصام لاہور ج ۶۰ شمارہ: ۳۶ ص ۲۴، ستمبر ۲۰۰۸ء]

اپنے استاذ محترم کی کتاب توضیح الکلام کو تدبر سے پڑھنے کا کیا یہ مطلب ہے کہ آپ کے استاذ محترم جو بات علانیہ اپنی کتاب میں کہہ رہے ہیں، آپ اُٹھ کر اُس کی علانیہ مخالفت شروع کر دیں؟ سبحان اللہ!

خبیب صاحب نے ایک بھی ایسی صریح دلیل پیش نہیں کی جس میں یہ آیا ہو کہ امام مسلم نے بذاتِ خود اپنی اس بیان کردہ حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا اُن کا ''امام نووی کی توضیح بھی محل نظر ہے'' [الاعتصام ۶۰/۳۵، ص ۲۰] لکھ کر علامہ نووی پر ردِ محلِ نظر بلکہ ناقابلِ مسموع ہے۔ کیوں کہ اثری صاحب بھی اسی بات کے معترف ہیں جس کی وجہ سے امام نووی رحمہ اللہ پر اعتراض کیا گیا ہے۔

عجلت اور عدم تدبر تو یہ ہے کہ اثری صاحب کے کلام: ''امام مسلم نے اگرچہ [مسلم ص ۱۷۴ جلد ا] اس کی تصحیح کی مگر امام بخاری...'' [توضیح الکلام ۲/۲۴۶ واللفظ لہ، طبع جدید ص ۶۶۳] پر غور وتدبر کیے بغیر یہ دعویٰ کر دیا گیا ہے کہ ''یہ زیادت امام مسلم کے ہاں بھی شاذ ہے۔''

خبیب صاحب نے صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کے مضعفین (ضعیف کہنے والوں) میں سب سے پہلے امام مسلم کا نام لکھا ہے۔

[الاعتصام لاہور ۶۰/۳۶ ص ۲۳]

فإنا لله و إنا إليه راجعون .

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں حافظ المنذری سے نقل فرماتے ہیں:

"فقد صحح مسلم هذه الزيادة من حديث أبي موسى الأشعري ومن حديث أبي هريرة رضي الله عنه ۔"

''پس (امام) مسلم رحمہ اللہ نے ابوموسیٰ الاشعری (رضی اللہ عنہ) اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (دونوں) کی حدیث سے اس زیادت کو صحیح قرار دیا ہے۔'' [عون المعبود ۱/۲۳۵ تحت ح ۶۰۴]

② ...... ابوعوانہ الاسفرائنی رحمہ اللہ: حافظ ابوعوانہ کا اسے المستخرج علیٰ صحیح مسلم (۲/۱۳۳) میں جرح کے بغیر روایت کرنا اُن کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہے۔ جن محدثین نے اپنی کتابوں میں صحت کا التزام کیا ہے وہ اگر ان کتابوں میں جرح کے بغیر کوئی روایت بیان کریں تو یہ ان کی طرف سے اُس روایت کی تصحیح ہوتی ہے۔ مثلاً صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ایسی روایاتِ مرویہ کو علمائے کرام صححہ ابن خزیمہ (ابن خزیمہ نے صحیح کہا) اور صححہ ابن حبان (ابن حبان نے صحیح کہا) کہتے اور لکھتے ہیں جیسا کہ حدیث کے عام طالب علموں پر بھی یہ مخفی نہیں ہے۔ چناں چہ روایت کی تصحیح اُس کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے اِلا یہ کہ کوئی قرینۂ صارفہ اس کی تخصیص کر دے۔ مثلاً دیکھئے نصب

الرایہ [۱۴۹/۱] اور بیان الوہم والا یہام [۳۹۴/۵]

③......ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ

[المستخرج علیٰ صحیح مسلم ج۲ ص ۲۸ ح ۸۹۸]

④......ابن جریر الطبری رحمہ اللہ [جامع البیان ۹/ ۱۱۲]

⑤......المنذری [عون المعبود ۲۳۵/۱، مختصر سنن ابی داود ۳۱۳/۱]

⑥......حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ [مجموع فتاویٰ ۲۲/ ۲۹۵]

⑦......حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ [التفسیر ۳۶۹/۱ بحوالہ خبیب صاحب]

⑧......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ [فتح الباری ۲۴۲/۲ تحت ح ۷۵۸]

⑨......معاصرین میں سے شیخ البانی رحمہ اللہ

[ارواء الغلیل ۲/ ۳۸ ح ۳۳۲]

⑩......حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ [التمہید ۱۱/ ۳۴]

⑪......معاصرین میں سے شیخ سلیم الہلالی السّلفی رحمہ اللہ

[بحوالہ خبیب صاحب]

نمبر ④ سے لے کر نمبر ⑪ تک یہ وہ حوالے ہیں جو محترم خبیب صاحب نے تسلیم کئے ہیں۔ دیکھئے الاعتصام لاہور [۶۰/۳۶ ص ۲۴]

⑫......امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ [العلل للخلال بحوالہ الجوہر النقی ۲/ ۱۵۵، التمہید ۳۴/۱۱، مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۴۰/۲۲]

اس کے مقابلے میں خبیب صاحب نے شرح علل الترمذی لابن رجب الحنبلی (۷۹۰/۲) سے نقل کیا ہے کہ ''احمد .... سے امام اثرم نے اضطراب ثابت کیا ہے۔'' [الاعتصام ۶۰/۳۶ ص ۲۳]

خاص اس حدیث کے بارے میں جو دعویٔ اضطراب نقل کیا ہے وہ محل نظر ہے۔

خبیب صاحب لکھتے ہیں: ''ممکن ہے کہ امام احمد نے پہلے اس کی تصحیح فرمائی ہو بعد میں اصل حقیقت منکشف ہونے پر اس سے رجوع کرتے ہوئے اس پر اضطراب کا حکم لگایا ہو۔'' واللہ اعلم [ایضاً ص ۲۳]

عرض ہے کہ اگر امام احمد سے حدیثِ مذکور پر اضطراب کا حکم ثابت ہو جائے تو ممکن ہے کہ انھوں نے پہلے اس پر اضطراب کا حکم لگایا ہو اور بعد میں تحقیق کرنے پر اسے صحیح قرار دیا ہو۔ کیا خیال ہے!؟

⑬......محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ [الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۲۱/۱، نیز دیکھئے الاوسط لابن المنذر ۱۰۶/۳، ۱۰۷]

⑭......قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی

[احکام القرآن ۸۲۸/۲، تحت آیۃ: ۲۰۴ من سورۃ الاعراف]

⑮...... ابو اسحاق الاسفرائنی (متوفی ۴۱۸ھ) وہ تمام علمائے کرام جو صحیح مسلم کو صحیح سمجھتے ہیں اور اُن سے اس خاص حدیث پر کوئی جرح ثابت نہیں وہ بھی اس حدیث کے **مصححین** میں سے ہیں۔ ابواسحاق الاسفرائنی نے صحیحین کی احادیث کو قطعی الصحت قرار دیا ہے۔ دیکھئے النکت علیٰ مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی (ص ۹۰)

⑯......ابن الصلاح الشہرزوری الشافعی رحمہ اللہ

[مقدمہ ابن الصلاح ص: ۳۲، دوسرا نسخہ ص: ۹۲]

⑰...... ابن القیسرانی رحمہ اللہ [صفۃ التصوف ورقہ ۸۷، ۸۸ بحوالہ احادیث الصحیحین بین الظن والیقین للشیخ حافظ ثناء اللہ الزاہدی، ص: ۲۰]

⑱...... امام محمد بن مسلم بن عثمان بن عبداللہ الرازی المعروف بابن وارہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۰ھ) امام مسلم نے جب امام محمد بن مسلم بن وارہ کے سامنے اپنی کتاب صحیح مسلم کی احادیث کو صحیح کہا اور اپنا عذر بیان کیا تو انھوں نے امام مسلم کا عذر قبول کرلیا۔ دیکھئے سوالات البرذعی لابی زرعہ الرازی (ص ۶۷۶، ۶۷۷)

امام ابن وارہ کا امام مسلم کا عذر قبول کرنا اور صحیح مسلم کی احادیث پر اعتراض نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے بھی صحیح مسلم کا صحیح ہونا قبول کرلیا تھا۔

تنبیہ: ائمہ و علماء کے ان اقوالِ مذکورہ میں تقدم و افضلیت کو مدنظر نہیں رکھا گیا بلکہ محترم خبیب صاحب کی تقسیم کی متابعت کی گئی ہے۔

⑲...... ابو الفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی: حافظ عراقی فرماتے ہیں:

" واقطع بصحة لما أسندا۔ "

یعنی جسے یہ دونوں (بخاری و مسلم) سند سے بیان کریں تو اسے

قطعی الصحت سمجھو۔ [الفیۃ العراقی مع تعلیقات الشیخ الصالح محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ ص ۲۰، شعر: ۴۰، فتح المغیث للسخاوی ۱/۵۰]

⑳...... جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ): [الجامع الصغیر ۱/۵۷ ح ۹۳۷ وقال: صح، فیض القدیر للمناوی ۱/۵۳۳]

ان کے علاوہ اور بھی محدثین وعلمائے کرام ہیں جو صحیح مسلم کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس روایت پر اُن سے جرح ثابت نہیں ہے۔ وہ تمام محدثین اور علماء جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث:

((وإذا قرأ فانصتوا)) کو صحیح وثابت سمجھتے ہیں اور صحیح مسلم کی اس خاص حدیث پر جرح نہیں کرتے وہ بھی صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کے **مصححین** (صحیح کہنے والوں) میں شامل ہیں۔

㉑...... ابن حزم اندلسی: انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے المحلّٰی [۳/۲۴۰، مسئلہ: ۳۶۰]

㉒...... حسین بن مسعود البغوی: انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو احادیث حسان میں ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی۔ دیکھئے مصابیح السنۃ [۱/۳۳۳ ح ۶۰۹]

㉓...... خطیب بغدادی: جو محدثین کرام سنن النسائی (المجتبیٰ) کو صحیح سمجھتے تھے (اگرچہ اُن کا قول مرجوح ہے لیکن) اُن کے نزدیک بھی صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث صحیح ہے بشرطیکہ اُن سے خاص صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث پر جرح ثابت ہو جائے۔ کیوں کہ امام نسائی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کرکے اُس پر کوئی جرح نہیں کی۔

[دیکھئے المجتبیٰ /سنن النسائی ۲/ ۱۴۱، ۱۴۲ ح ۹۲۲]

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد أطلق عليه ـ أيضًا ـ اسم الصحة أبو علي النيسابوري و أبو أحمد بن عدي وأبو الحسن الدارقطني و ابن مندة وعبدالغني ابن سعيد وأبو يعلى الخليلي وغيرهم . وأطلق الحاكم اسم الصحة عليه وعلىٰ كتابي أبي داود والترمذي كما سبق ـ" [النكت علىٰ ابن الصلاح ١/ ٤٨١]

''اور اس (سنن النسائی) پر صحیح ہونے کا اطلاق ابو علی النیسابوری، ابو احمد ابن عدی، ابوالحسن الدارقطنی، ابن مندہ، عبدالغنی بن سعید اور ابو یعلیٰ الخلیلی وغیرہم نے کیا ہے، اور حاکم نے اس (سنن النسائی) پر اور ابوداود وترمذی کی کتابوں پر صحیح ہونے کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔''

تنبیہ نمبر۱: ان کبار علماء کا قول مرجوح ہے اور صحیح یہ ہے کہ سنن اربعہ میں صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ ضعیف روایات بھی موجود ہیں۔

تنبیہ نمبر۲: امام دارقطنی کا قول صحیح سند کے ساتھ تاریخ بغداد (۱۱/ ۳۹۷ ت ۶۲۷۶ ترجمہ علی بن الحسین بن حرب بن عیسیٰ) میں مذکور ہے۔

تنبیہ نمبر۳: قاضی ابو یعلیٰ الخلیلی کا قول الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (۲/۶۸۷ ترجمہ عبداللہ بن زاذان ابو محمد) میں مذکور ہے۔

تنبیہ نمبر۴: امام دارقطنی اور امام ابو علی النیسابوری سے چوں کہ حدیث مسلم پر کلام مذکور ہے۔ لہٰذا انھیں اس حدیث کے **مصححین** میں شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس روایت کی تخصیص کر دی جائے گی اور باقی احادیث پر اُن کا قول مذکورہ شرط کے ساتھ جاری رہے گا یا پھر اُن کی جرح اور تصحیح کو باہم متعارض ومتناقض قرار دے کر ساقط کر دیا جائے گا۔ واللہ اعلم

㉔...... قاضی ابو یعلیٰ الخلیلی (متوفی ۴۴۶ھ)

[دیکھئے **مصححین** کا حوالہ نمبر۲۳]

㉕...... ابن عدی

㉖...... ابن مندہ

㉗...... عبدالغنی بن سعید (دیکھئے مصححین کا حوالہ نمبر۲۳)

㉘...... حاکم نیشاپوری

㉙...... اسحاق (غالباً ان سے مراد امام اسحاق بن راہویہ ہیں۔) واللہ اعلم

حافظ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ اس (صحیح مسلم والی) حدیث کو اسحاق نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے مجموع فتاویٰ (۲۲/۳۴۰) اور

مصححین کا حوالہ نمبر ۱

۳۰...... ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی: حافظ عراقی نے محمد بن طاہر المقدسی سے نقل کیا ہے کہ وہ صحیحین کی احادیث کو قطعی الصحت سمجھتے تھے۔ [دیکھئے التقیید والایضاح، ص:۴۱]

ان کے علاوہ اور بھی حوالے تلاش کئے جا سکتے ہیں، دورِ حاضر میں شعیب ارناووط وغیرہ جیسے کئی مخرجین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ صحیح مسلم کی اس حدیث کو جمہور علماء و محدثین صحیح و ثابت سمجھتے ہیں۔

جمہور کی اس تحقیق کے خلاف مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے شاگرد جناب خبیب صاحب نے عجیب وغریب دعویٰ کر دیا ہے کہ ''اس لیے اس زیادت کے شذوذ اور ضعیف ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔'' [الاعتصام لاہور ۶۰/۳۵ص ۲۴] سبحان اللہ!

❀❀......❀............❀❀

صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت

حافظ زبیر علی زئی

مضعفینِ حدیث: اس تفصیل کے بعد خبیب صاحب کی اس فہرست کا جائزہ پیشِ خدمت ہے، جس میں انھوں نے صحیح مسلم کی روایت مذکورہ کے مضعفین کی تعداد کو معاصرین کے ساتھ چوبیس (۲۴) کے عدد تک پہنچایا ہے۔

① ...... امام مسلم رحمہ اللہ: اس پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے اور صحیح مسلم میں صاف طور پر ثابت ہے کہ امام مسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے اور سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا وہی متن ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے۔ کبار علماء نے بلکہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب (حفظہ اللہ) نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ بات بے حد افسوسناک ہے کہ خبیب صاحب نے بغیر کسی صریح حوالے کے محض اپنے ظن وتخمین پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے استاذ محترم کی مخالفت کرتے ہوئے امام مسلم سے یہ منسوب کر دیا ہے کہ انھوں نے اپنی بیان کردہ حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ!

② ...... امام بخاری رحمہ اللہ

③ ...... امام محمد بن یحییٰ الذہلی رحمہ اللہ: خبیب صاحب نے بطورِ حوالہ مرعاۃ المفاتیح (۱۲۸/۳) کو پیش کیا ہے حالاں کہ مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اس کا کوئی معتبر حوالہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ اسی صفحے پر مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کے بارے میں لکھتے ہیں: ''وصححه أحمد و مسلم'' کہ اسے احمد (بن حنبل) اور مسلم نے صحیح کہا ہے۔ [مرعاۃ المفاتیح ۱۲۸/۳]

جب کہ اس بات میں خبیب صاحب ان کے سراسر مخالف ہیں۔

④ ...... حافظ ابو علی النیسابوری: حافظ ابو علی کا ایک حوالہ اقوالِ مصححین (نمبر۲۳) میں گزر چکا ہے کہ وہ سنن النسائی کو صحیح سمجھتے تھے اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سنن النسائی میں بغیر جرح کے موجود ہے۔ لہٰذا کیا خیال ہے کہ ان دونوں اقوال کو متعارض قرار دے کر ساقط قرار دیا جائے یا انھیں مضعفین کی فہرست میں شامل رکھا جائے!؟

⑤ ...... ابن خزیمہ رحمہ اللہ

⑥ ...... ابوبکر الاثرم رحمہ اللہ: (اس حوالے میں نظر ہے)

⑦ ...... احمد بن حنبل رحمہ اللہ: (اس حوالے میں نظر ہے) نیز دیکھئے اقوالِ مصححین نمبر:۱۲

⑨ ...... ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ:

⑩ ...... دارقطنی رحمہ اللہ: امام دارقطنی کے قول کے تعارض کے لئے دیکھئے مصححین کا حوالہ نمبر:۲۳

⑪ ...... بیہقی رحمہ اللہ

⑫ ...... نووی

⑬ ...... ابو الفضل بن عمار الشہید رحمہ اللہ

⑭ ...... ابو داود رحمہ اللہ

⑮ ...... حافظ ابو مسعود الدمشقی رحمہ اللہ

⑯ ...... محدث عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ [دورِ قریب کے سلفی عالم]

⑰ ...... محدث عبید اللہ مبارکپوریؒ [دورِ قریب کے سلفی عالم]

⑱ ...... شیخ مقبل بن ہادی الیمنی رحمہ اللہ [معاصر]

⑲ ...... شیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ [معاصر]

⑳ ...... ابراہیم بن علی (؟ مجہول) [معاصر]

㉑......حمزہ الملیباری (فیہ نظر وتکلموا فیہ) [معاصر]

㉒...... بزار (البحر الزخار ۶۶/۸ ح ۳۰۵۹)

امام بزار رحمہ اللہ کو مضعفین میں شامل کرنا صحیح نہیں کیوں کہ یہ کہنا: ''اسے سلیمان التیمی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔'' محدث بزار کے نزدیک اس حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ہے اِلا یہ کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ وہ سلیمان بن طرخان التیمی کو ضعیف سمجھتے تھے۔

㉓......حافظ مزّی رحمہ اللہ (بحوالہ تحفۃ الاشراف: ۴۱۰/۶)

حافظ مزی کا یہ کہنا کہ اس لفظ کو سلیمان التیمی کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا، اُن کے نزدیک اس حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ہے لہٰذا اس فہرست میں اُن کا شامل کیا جانا بھی محلِ نظر ہے۔

㉔...... برادر محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ [معاصر]

یہ ہے جناب خبیب صاحب کی کل فہرست جس میں پانچ معاصرین اور دو قریبی دور کے علماء کو نکالنے کے بعد باقی کل سترہ (۱۷) بچے جن میں سے بعض کے حوالے محلِ نظر ہیں۔ ان سترہ کے مقابلے میں بیس سے زیادہ علماء ومحدثین کا صحیح مسلم کی حدیث کو صحیح کہنا یا صحیح قرار دینا اس کی واضح دلیل ہے کہ یہ حدیث جمہور کے نزدیک صحیح وثابت ہے۔ والحمد للہ

شواہد ومتابعات کی بحث

روایتِ مذکورہ میں کسی شاہد یا متابعت کا ہونا ضروری نہیں ہے اور ثقہ کی زیادت پر بحث وتحقیق آگے آ رہی ہے (ان شاء اللہ) تاہم فی الحال امام سلیمان التیمی رحمہ اللہ کی بیان کردہ حدیث کی دو متابعات اور ایک شاہد پیشِ خدمت ہے:

①......محدث بزار فرماتے ہیں:

" حدثنا محمد بن يحي القطعي قال: أخبرنا سالم ابن نوح عن عمر بن عامر عن قتادة " إلخ

[البحر الزخار ۶۶/۸ ح ۳۰۶۰]

☆......محمد بن یحییٰ بن ابی حزم القطعی ثقہ ہیں۔

[دیکھئے تحریر تقریب التہذیب: ۳۳۱/۳ ت ۶۳۸۲]

☆......صحیح مسلم کے راوی سالم بن نوح بن ابی عطاء البصری العطار: صدوق حسن الحدیث ہیں۔

[دیکھئے تحریر تقریب التہذیب: ۸/۲ ت ۲۱۸۵]

انھیں امام مسلم، ابو زرعہ الرازی، ترمذی (بتحسین حدیثہ: ۶۷۴)، ابن خزیمہ (۸۹۸، ۱۲۲۹، بتصحیح حدیثہ ۳۲۹/۱ ح ۱۲۲۹) اور ابن حبان وغیرہم (جمہور) نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔

☆......عمر بن عامر السلمی: صحیح مسلم کے راوی اور ''صدوق حسن الحدیث'' ہیں۔ دیکھئے تحریر تقریب التہذیب [۷۷/۳ ت ۹۲۵]

انھیں مسلم، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، عجلی، ابن شاہین، ابو عوانہ (۲۸۳/۴ ح ۶۸۷۹ بتصحیح حدیثہ) اور حاکم (المستدرک ۳۴۱/۴ ح ۷۹۸۷ بتصحیح حدیثہ) وغیرہم (جمہور) نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

②......محدث ابو عوانہ الاسفرائنی فرماتے ہیں:

" حدثنا سهل بن بحر الجنديسابوري قال: ثنا عبدالله بن رُشيد قال: ثنا أبو عبيدة عن قتادة " إلخ [صحيح ابی عوانه طبعه جديده ۳۶۰/۱ ح ۱۳۴۱]

☆......سہل بن بحر الجندیسابوری کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (۲۹۳/۸) میں ذکر کر کے فرمایا: ''ممن صنف وجمع'' انھوں نے کتابیں لکھیں اور (حدیثیں) جمع کیں۔ الخ

(یعنی حافظ ابن حبان نے انھیں پہچاننے کے بعد کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔)

ان سے ابو عوانہ اور ضحاک بن ہارون وغیرہما روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابو عوانہ نے اُن سے صحیح ابی عوانہ میں دو جگہ روایت لی ہے۔ دوسری جگہ ایک روایت کے بارے میں ابو عوانہ فرماتے ہیں:

" حدثنا سهل بن بحر الجند يسابوري: حدثنا عبدالله بن رشيد : حدثنا أبو عبيدة و اسمه

مجاعة عن قتادة " إلخ [صحيح ابی عوانه: ۱/ ۵۲٤ ح ۲۰۰۰، دوسرا نسخه ۱۵/۳]

ابوعوانہ اور ابن حبان کی توثیق کے بعد، ہمارے نزدیک سہل بن بحر الجند یسابوری حسن الحدیث راوی ہیں۔

تنبیہ: مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے بغیر کسی قوی دلیل کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''مزید برآں صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی سہل بن بحر الجند یسابوری نہیں بلکہ سری بن سہل ہے جیسا کہ خیر الکلام میں ہے....''

[توضیح الکلام ج ۲ ص ۲٦۷، طبعہ جدیدہ ص ٦۷۸]

اصل کتاب کے راویوں کو ظن وگمان پر بدل دینا بہت زیادہ تحقیق کے بعد ہی ممکن ہے اور یہاں اسی مسند ابی عوانہ میں سہل بن بحر سے دوسری روایت کے مل جانے کے بعد مذکورہ دعوے کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟

سہل بن بحر کی دوسری مرویات کے لئے دیکھئے کتاب الدعاء للطبرانی (۲/ ۱۷۱۲ ح۲۰۳٦) اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الاصبهانی (ص ۱۵۷) اخبار اصبهان (۲/ ۲۹۷) حلیة الاولیاء (٤/ ۳۱۹، ۸/ ۱۸۸) المطالب العالیه (۱/ ۱۹۱ ح ۲/۸۳ بحواله البزار)

ان سے امام زکریا الساجی اور احمد بن موسیٰ الانصاری وغیرہما بھی روایت کرتے ہیں۔

☆...... عبداللہ بن رشید الجند یسابوری: ان پر امام بیہقی (السنن الکبریٰ ٦/ ۱۰۸) نے جرح کی ہے لیکن حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کر کے مستقیم الحدیث کہا ہے۔ (۸/۳٤۳)

ابوسعد عبدالکریم بن محمد السمعانی نے کہا:

" وهو مستقيم الحديث " [الانساب ۲/ ۹۵]

ابوعوانہ نے ان سے صحیح ابی عوانہ میں روایت کر کے کوئی جرح نہیں کی لہٰذا ان تین توثیقات کے مقابلے میں امام بیہقی کی جرح مرجوح ہے اور یہ راوی قولِ راجح میں حسن الحدیث ہیں۔

☆...... ابوعبیدہ مجاعۃ بن الزبیر الجند یسابوری: ان پر دارقطنی، ابن عدی، عقیلی، ابن الجوزی، جوزجانی اور ابن خراش [ان صح] نے جرح کی ہے جیسا کہ لسان المیزان (۵/ ۱٦ا، دوسرا نسخہ ۵/ ٦٠٤) اور اس کی تخریج سے ظاہر ہے جب کہ امام احمد بن حنبل، شعبہ، ابوعوانہ (روایت کے ذریعے سے)، ابن حبان (الثقات ۷/ ۵۱۷ وقال: مستقیم الحدیث) اور سمعانی (الانساب ۲/ ۹۵ وقال: مستقیم الحدیث عن الثقات) نے تعریف وتوثیق کی ہے۔

حافظ ذہبی نے انھیں ''أحد العلماء العاملین'' لکھا ہے۔

[سیر اعلام النبلاء ۷/ ۱۹٦]

ابن خراش کی جرح فی الحال ثابت نہیں ہے لہٰذا چھ علماء کی تعریف وتوثیق کی وجہ سے مجاعہ بن الزبیر حسن الحدیث ہیں۔ واللہ اعلم

معلوم ہوا کہ یہ روایت قتادہ تک حسن لذاتہ ہے اور اسے بطورِ شاہد پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تنبیہ: مولانا اثری حفظہ اللہ مجاعہ بن الزبیر پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: '' بلکہ اس کے شاگرد عبدالصمد بن (عبد) الوارث فرماتے ہیں'' کان نحو الحسن بن دینار'' کہ وہ حسن بن دینار کی طرح کا تھا۔ (الکامل: ص ۲٤۱۹ ج ٦)۔'' (توضیح الکلام طبع جدید ص ٦۷۹)

اب آپ کے سامنے کامل ابن عدی کی اصل عبارت پیشِ خدمت ہے:

ابن عدی فرماتے ہیں:

" ثنا علان و بشر بن موسى المري قالا: ثنا إبراهيم بن يعقوب قال قلت لعبد الصمد بن عبدالوارث: من مجاعة هذا؟ قال : كان جارًا لشعبة نحوالحسن بن دينار وكان شعبة يسأل عنه... " إلخ

ہمیں (ابوالحسن علی بن احمد بن سلیمان بن ربیعۃ بن صیقل) علان (المصری) اور بشر بن موسیٰ المری دونوں نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں ابراہیم بن یعقوب (الجوزجانی، صاحب احوال الرجال) نے حدیث بیان کی، کہا: میں نے عبدالصمد بن عبدالوارث سے پوچھا:

یہ مُجاعہ کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: وہ (امام) شعبہ کا پڑوسی تھا جیسے حسن بن دینار (پڑوسی تھا) اور شعبہ سے اس کے بارے میں پوچھا جاتا تھا... الخ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۶/۲۴۱۹، دوسرا نسخہ ۸/۱۷۴]

جوزجانی تک اس روایت کی سند صحیح ہے اور اسے ابن ابی حاتم نے بھی جوزجانی سے بیان کیا ہے۔ دیکھئے الجرح والتعدیل (۸/۴۲۰ وسندہ صحیح)

یہ عبارت کتاب الضعفاء للعقیلی (۴/ ۲۵۵، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۳۹۵) میں مطبعی تحریف کے ساتھ موجود ہے اور احوال الرجال للجوزجانی (ص ۱۱۹ رقم ۱۹۵) کے مطبوعہ نسخے سے اس عبارت کا ایک حصہ ساقط ہو گیا ہے جس سے عبدالصمد رحمہ اللہ کا مذکورہ کلام محرّف ہو گیا ہے۔

کامل ابن عدی کی مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالصمد بن عبدالوارث نے مجاعہ کو حسن بن دینار کے ساتھ امام شعبہ کے پڑوسی ہونے میں مشابہت دی ہے نہ کہ وہ اسے حسن بن دینار کی طرح مجروح سمجھتے تھے لہٰذا مولانا اثری حفظہ اللہ کو اپنی جلالت شان کے باوجود عجیب وہم لاحق ہوا ہے۔ مذکورہ وضاحت کے بعد حسن بن دینار پر مجاعہ بن الزبیر کے ذکر میں جروح نقل کرنا بے فائدہ ہے کیوں کہ ان جروح کا مجاعہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

③......شاہد کے طور پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے کہ جس کا ذکر گذشتہ صفحات پر مختصراً گزر چکا ہے۔ دیکھئے اقوال صحیحین نمبر ۲۰، اور سنن النسائی [تعلیقاتِ سلفیہ: ۹۲۲]

خلاصۂ تحقیق یہ ہے کہ امام سلیمان بن طرخان التیمی رحمہ اللہ (تابعی) کی بیان کردہ حدیث ((وإذا قرأ فانصتوا)) متابعات اور شاہد کے بغیر بھی جمہور کے نزدیک صحیح ہے اور متابعات و شاہد نے تو اسے اور زیادہ صحیح کر کے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے، معلوم ہوا کہ قرائن بھی صحیح مسلم کی حدیث کے صحیح ہونے کے ہی مؤید ہیں۔ والحمد للہ

ثقہ کی زیادت

محدثین کرام (اہلِ حدیث) کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہیں:

①...... ہر راوی عادل ہو

②...... ہر راوی ضابط (ثقہ) ہو

③......سند متصل ہو

④......شاذ نہ ہو

⑤......معلول نہ ہو۔ مثلاً دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح [ص ۲۰، ۲۱، دوسرا نسخہ ص ۷۹، ۸۰]

<u>شاذ کسے کہتے ہیں؟</u> اُس کی تشریح میں امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لیس الشاذ ـ من الحدیث ـ أن یروي الثقة حدیثًا لم یروه غیره ، إنما الشاذ من الحدیث أن یروی الثقات حدیثًا ، فیشذ عنهم واحد فیخالفهم۔"

حدیث میں سے شاذ یہ نہیں ہے کہ ثقہ (راوی) کوئی ایسی حدیث بیان کرے جو دوسرے نے بیان نہ کی ہو، شاذ حدیث تو وہ ہے کہ ثقہ راوی ایک حدیث روایت کریں تو اُن میں سے ایک آدمی شذوذ کرے، پس اُن کی مخالفت کرے۔ [آداب الشافعی و مناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۷۸، ۱۷۹، وسندہ صحیح]

امام شافعی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

"إنما الشاذ أن یروي الثقات حدیثًا علی نصٍ ثم یرویه ثقة خلافًا لروایتهم فهذا الذي یقال: شذ عنهم ـ"

شاذ تو یہ ہے کہ ثقہ راوی ایک لفظ (نص) پر کوئی حدیث بیان کریں پھر ایک ثقہ ان کی روایت کے خلاف بیان کرے تو اسے کہا جاتا ہے کہ اُس نے اُن سے شذوذ کیا ہے۔ [آداب الشافعی ص ۱۷۹، وسندہ صحیح]

یاد رہے کہ ثقہ راویوں کی متصل روایات میں اصل عدمِ شذوذ اور عدمِ علت ہے اِلا یہ کہ دلیلِ قوی سے شذوذ یا معلول ہونا ثابت ہو جائے۔ ایک استاد کے شاگردوں میں سے کوئی شاگرد سند یا متن میں

کوئی اضافہ بیان کرے جسے دوسرے بیان نہیں کرتے تو اسے زیادت کہا جاتا ہے۔ اگر زیادت بیان کرنے والا ثقہ ہوتو قولِ راجح میں یہ زیادت مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ اس میں ثقہ راویوں یا اوثق کی ایسی مخالفت نہ ہو جس میں تطبیق ممکن نہ ہو۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ص: ۳۸۴

ثقہ راوی کی زیادت کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کی تحقیق کو اصولِ حدیث میں اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح [ص ۱۰۰ تا ۱۰۲، دوسرا نسخہ ص ۱۶۳، ۱۶۴]

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

" قال الجمهور من الفقهاء وأصحاب الحديث: زيادة الثقة مقبولة إذا انفرد بها .... " إلخ

''جمہور فقہاء اور اصحاب الحدیث نے کہا ہے کہ ثقہ کی زیادت مقبول ہے، جس کے ساتھ وہ منفرد ہو.... الخ [الکفایہ ص ۴۲۴]

خطیب رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

" والذي نختاره من هذه الأقوال أن الزيادة الواردة مقبولة علٰى كل الوجوه ومعمول بها إذا كان راويها عدلاً حافظًا و متقنًا ضابطًا ۔ "

''ان اقوال میں سے ہم اس بات کو اختیار کرتے ہیں کہ وارد شدہ زیادت (اضافہ) تمام وجوہ پر مقبول اور معمول بہا ہے بشرطیکہ اس کا راوی عادل حافظ اور متقن ضابط (یعنی ثقہ) ہو۔'' [الکفایہ ص ۴۲۵]

یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ بعض محدثینِ کرام اور اکابر علماء ثقہ راوی کی زیادت کو مخالفت قرار دیتے تھے مگر راجح یہی ہے کہ اسے مخالفت قرار دینا مرجوح ہے اور ثقہ راوی کی زیادت اگر ثقات و اوثق کے مخالف و منافی نہ ہو تو مطلقاً مقبول ہے، چاہے سند میں ہو یا متن میں اور ان علماء کو اجتہاد میں ماجور ہونے کی وجہ سے ایک اجر ضرور ملے گا۔ ان شاء اللہ

حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:

" وهذا شرط الصحيح عند كافة فقهاء أهل الإسلام أن الزيادة في الأسانيد والمتون من الثقات مقبولة ۔ "

''اہل اسلام کے تمام فقہاء کے نزدیک صحیح (حدیث) کی شرط یہ ہے کہ اسانید اور متون میں ثقہ راویوں کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔'' [المستدرک ۱/۳، دوسرا نسخہ ۱/۴۲]

مشہور غیر مقلد عالم اور منجنیق الغرب حافظ ابن حزم اندلسی الظاہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" و إذا روى العدل زيادة علٰى ماروى غيره فسواء انفرد بها أو شاركه فيها غيره : مثله أو دونه أو فوقه فا لأخذ بتلك الزيادة فرض ... "

''جب دوسرے راویوں کی روایات پر کوئی عادل راوی زیادت بیان کرے، وہ اس میں منفرد ہو یا کسی دوسرے نے اس کی مشارکت کی ہو: اسی جیسا ہو یا اس سے نچلے درجے کا ہو یا اس سے اعلیٰ ہو، پس اس زیادت کو لینا فرض ہے...''

[الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۲۱۶ فصل فی زیادۃ العدل]

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

" ولا فرق بين أن يروى العدل الراوي حديثًا فلا يرويه أحد غيره أو يرويه غيره مرسلاً أو يرويه ضعفاء و بين أن يروي الراوي العدل لفظة زائدة لم يروها غيره من رواة الحديث و كل ذلك سواء واجب قبوله ... "

''اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ عادل راوی کوئی ایسی حدیث بیان کرے جسے اس کے علاوہ دوسرا کوئی بھی بیان نہیں کرتا یا دوسرا اسے مرسل بیان کرتا ہے یا اسے ضعیف راوی بیان کرتے ہیں اور اس میں (بھی کوئی فرق نہیں) کہ عادل راوی کوئی لفظ زائد بیان کرے جسے اس کے علاوہ راویانِ حدیث میں سے کوئی بھی بیان نہ کرے اور یہ سب

برابر ہے، اس کا قبول کرنا واجب ہے...'' [الاحکام ۲/۲۱۷]

امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

"والزيادة مقبولة "اور زیادت مقبول ہے۔

[ج ۲ ص ۱۵۶ ح ۱۴۸۳]

ابو سعید محمد بن ہارون بن منصور المسکی النیسابوری (متوفی ۳۱۷ھ) فرماتے ہیں کہ امام بخاری سے

" إسرائيل عن أبي إسحاق عن أبي بردة عن أبيه عن النبي ﷺ قال: ((لا نكاح إلا بولي.)) "

والی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

" الزيادة من الثقة مقبولة و إسرائيل بن يونس ثقة و إن كان شعبة و الثوري أرسلاه فإن ذلك لا يضر الحديث ." [السنن الكبرىٰ للبيهقي ۷/۱۰۸]

''ثقہ کی زیادت مقبول ہے اور اسرائیل بن یونس ثقہ ہیں، اگرچہ شعبہ اور (سفیان) ثوری نے اسے مرسل بیان کیا ہے لیکن اس سے حدیث کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔''

المسکی اعیان اصحاب الحدیث میں سے تھے اور کبار علماء نے اُن سے روایت بیان کی ہے۔ دیکھئے الانساب للسمعانی [۵/۲۹۳] اللباب فی تہذیب الانساب [۲/۳۳۰] اور الاکمال [۷/۲۴۲]

❀❀.......❀.......❀❀

ضرورت رشتہ

تعلیم یافتہ گھرانے کی سگھڑ اور ہونہار بیٹی، بی ایس سی اونز (لمز) سے فارغ، عمر ۲۴ سال، عالمہ فاضلہ، (وفاق المدارس) اور آج کل شعبہ تدریس اور تبلیغ میں مصروف کے لیے ہم پلہ، تعلیم یافتہ کنوارا رشتہ لاہور سے درکار ہے۔ لڑکا ترجیحاً باریش اور متقی ہو۔

اس کے علاوہ شرفا گھرانوں کے بیٹوں اور بیٹیوں والے، ذات پات کی تقسیم سے بالاتر ہو کر صرف نیکی کی بنیاد پر میرے ساتھ بعد نماز مغرب تا عشاء رابطہ کر سکتے ہیں۔ یہ خدمت لوجہ اللہ ہے۔

[شیخ عمر فاروق B-15 وحدت کالونی لاہور 7585960]

مدرسہ ضیاء القرآن والحدیث میں داخلہ

جامع مسجد اہل حدیث شاہ صاحب والی کوٹ رادھا کشن میں گزشتہ دو سالوں سے حفظ القرآن، اور ابتدائی درس نظامی کی مقامی و بیرونی طلبہ کلاس جاری ہیں۔ خواہش مند طلبہ اپنے سرپرست کے ہمراہ رابطہ کریں۔ مقامی طالبات کے لیے ترجمہ کی کلاس کا آغاز ہو چکا ہے۔ [انتظامیہ جامع مسجد ہذا رابطہ: 0300-4256675]

لٹریچر کی تقسیم

مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی کے قلم سے ''امام کائنات ﷺ کی حیاتِ طیبہ ماہ و سال کے آئینے میں'' (۴۸ صفحات) صرف چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں۔ پتہ خوشخط بمع پوسٹ کوڈ تحریر فرمائیں تاکہ ڈاک ضائع نہ ہو نیز بغیر ڈاک ٹکٹ تعمیل ناممکن ہے۔ [صاحبزادہ قاری عبدالحفیظ عزیز، نائب مدیر ادارہ امر بالمعروف حسین خانوالہ نمبر ۸، براستہ پتوکی ضلع قصور پوسٹ کوڈ ۵۵۳۰۱]

صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت

حافظ زبیر علی زئی

حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

" محدّث محتشم رئیس ۔"

[تاریخ الاسلام ۲۳/ ۵۵۱، ۵۵۲]

نیز دیکھئے ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی (ص ۸۴)

خیر القرون اور تیسری صدی ہجری (۳۰۰ھ) کے بعد ایسا راوی قولِ راجح میں حسن الحدیث ہوتا ہے لہٰذا یہ سند حسن ہے۔ المسکی تک سند صحیح ہے، نیز دیکھئے تحریر علوم الحدیث لعبد اللہ بن یوسف الجدیع العراقی (۲/۶۸۷)

امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" والزيادة في الأخبار لايلزم إلا عن الحفاظ الذين لم يعثر عليهم الوهم في حفظهم "

''اور روایات میں زیادت لازم نہیں ہے مگر ان حفاظ سے جن کے حافظے میں وہم نہیں پایا گیا۔''

[الاول من کتاب التمییز ص ۵۰ رقم : ۵۹]

یعنی امام مسلم کے نزدیک ثقہ حافظ کی زیادت مقبول ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" فإذا زاد حافظ ممن يعتمد علىٰ حفظه قبل ذلك عنه ۔ " [کتاب العلل الصغیر آخر الجامع ، طبع دارالسلام ص ۸۹۹ ب]

''پس ایسا حافظ جس کے حافظے پر اعتماد کیا جاتا ہے، اگر زیادت بیان کرے تو یہ اس سے مقبول ہوتی ہے۔''

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" (وزيادة راويهما) أي الصحيح والحسن (مقبولة مالم تقع منافية لِ) رواية (من هو أوثق) ممن لم يذكر تلك الزيادة "

''اور صحیح و حسن حدیث کے راوی کی زیادت مقبول ہے بشرطیکہ وہ (اپنے سے) زیادہ ثقہ کے منافی نہ ہو جس نے یہ زیادت ذکر نہیں کی۔'' [نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۴۶، ومع شرح الملا علی القاری ص ۳۱۵]

ابو اسحاق السبیعی عن حارثہ بن مضرب کی سند سے عبداللہ ابن النواحہ کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے جسے سفیان ثوری (ابو داود: ۲۷۶۲) ابو معاویہ الضریر (مسند احمد ۱/۳۸۴ ح ۳۶۴۲) اور قیس بن الربیع (المعجم الکبیر للطبرانی ۹/۲۲۰ ح ۸۹۵۹) نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے اور ابو عوانہ الوضاح بن عبداللہ نے ابو اسحاق سے اس روایت میں " و كفّلهم عشائر هم " کا اضافہ بیان کیا ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۶/۷۷، ۸/۸۶) موضح اوہام الجمع والتفریق (۲/۱۰۸) اور تغلیق التعلیق (۳/۲۹۱ وقال: ھذا اسناد صحیح)

اس اضافے (زیادت) کا جب امام ابو زرعہ الرازی اور امام ابو حاتم الرازی سے ذکر کیا گیا تو دونوں نے فرمایا:

" رواه الثوري ولم يذكر هذه الزيادة إلا أن أبا عوانة ثقة و زيادة الثقة مقبولة " [علل الحديث ۱/ ۴۶۵ ح ۱۳۹۷]

''اسے ثوری نے روایت کیا ہے اور یہ زیادت ذکر نہیں کی لیکن ابو عوانہ ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔''

تنبیہ نمبر ا: میری تحقیق میں اس روایت کی سند امام ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ (مدلس) کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود بتحقیقی (۲۷۶۲)

تنبیہ نمبر ۲: مشکل الآثار للطحاوی (طبع جدید ۱۱/۳۱۲ تحت حدیث: ۴۴۶۵) میں اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سے ابو عوانہ کی متابعت مروی ہے لیکن روایت کی سند میں طحاوی کے استاد القاسم بن عبدالرحمٰن الجزری المیافارقینی رحمہ اللہ کے حالات میرے نزدیک نامعلوم ہیں۔

تنبیہ نمبر ۳: ابو عوانہ رحمہ اللہ کی روایتِ مذکورہ کی طرف امام بخاری نے تعلیقات میں اشارہ کیا ہے۔ [ح: ۲۲۹۰] چناں چہ جو شخص تعلیقات کے مدلسین کی روایات کے ثبوتِ سماع کا قائل ہے تو پھر یہ روایت اس کی شرط پر صحیح ہے۔ واللہ اعلم

ثقہ کی زیادت کے بارے میں محدثین کرام اور علمائے حق کے اور بھی بہت سے اقوال وحوالے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ثقہ راوی کا اضافہ (زیادت) اگر ثقہ راویوں اور اوثق کے منافی نہ ہو (جس میں تطبیق نہ ہو سکے) تو یہ اضافہ (زیادت) مقبول ہے اور خبیب صاحب کا ثقہ واوثق راویوں کے عدمِ ذکر کو شذوذ کی دلیل بنالینا صحیح نہیں ہے۔

ثقہ راوی کی زیادت کی مناسبت سے دس مثالیں پیشِ خدمت ہیں جن سے ہمارے مؤقف کی زبردست تائید ہوتی ہے کہ شرطِ مذکور کے ساتھ زیادتِ ثقہ مقبول ہے:

مثالِ اول: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

" ثنا يحي بن سعيد عن سفيان: حدثني سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال: رأيت النبيﷺ ينصرف عن يمينه وعن شماله ورأيته يضع هٰذه علٰى صدره /وصف يحي اليمنٰى على اليسرىٰ فوق المفصل "

"ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو (نماز سے فارغ ہو کر) دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ یحییٰ (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔" [مسند احمد ۵/۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن والتحقیق لابن الجوزی ۱/۲۸۳]

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔ دیکھئے میری کتاب "نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام" (ص۱۴-۱۶)

محمد بن علی النیموی صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اسے وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے "علٰی صدرہ" کے بغیر روایت کیا ہے۔ ابو الاحوص اور شریک نے اسے اس زیادت کے بغیر بیان کیا ہے (لہٰذا) یہ (زیادت) محفوظ نہیں ہے۔ دیکھئے آثار السنن [ص۱۴۴ ح ۳۲۶]

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے ابکار المنن [ص:۱۱۳، ۱۱۴] میں اس مسئلے میں نیموی صاحب کا زبردست اور مضبوط رد کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس روایت میں علٰی صدرہ کا اضافہ صرف مسند احمد میں ہے اور دوسری کتابوں مثلاً سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارقطنی وغیرہ میں یہ اضافہ نہیں ہے تو کیا اس زیادت کو رد کر دیا جائے گا!؟

ثقہ راوی کے اس تفرد والی روایت کے بارے میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " وإسناده حسن " اور اس کی سند حسن ہے۔ [التعلیق المغنی ۱/۲۸۵]

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی صریح دلیلوں میں یہ سب سے قوی دلیل ہے۔

صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۴۳ ح ۴۷۹) میں " مؤمل بن إسماعيل: نا سفيان عن عاصم ابن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر " کی سند سے ایک روایت میں ‹‹علٰی صدرہ›› آیا ہے۔ اس زیادت کو بھی نیموی صاحب نے غیر محفوظ قرار دیا ہے کیونکہ اسے مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے بھی اس سند ومتن سے بیان نہیں کیا اور دوسرے راویوں نے اسے اس اضافے کے بغیر روایت کیا

ہے مثلاً عبداللہ بن الولید عن سفیان الثوری ، زائدہ و بشر بن المفضل وغیرہما عن عاصم بن کلیب ...الخ (دیکھئے آثار السنن ص ۱۴۰، ۱۴۱ ح ۳۲۵)

ہمارے نزدیک مؤمل بن اسماعیل تحقیقِ راجح میں موثق عند الجمہور اور حسن الحدیث ہیں۔ دیکھئے میری کتاب مقالات جلد اول (ص: ۴۱۷۔۴۲۷) اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱۱ ص ۱۸

لہٰذا اُن کا امام سفیان ثوری سے تفرد یہاں مضر نہیں ہے۔ مگر سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس (عن) کی وجہ سے یہ روایت ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔

تنبیہ نمبر۱: اس حدیث کو امام ابن خزیمہ کا کسی جرح کے بغیر صحیح ابن خزیمہ میں درج کرنا اس کی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک متنِ حدیث میں ثقہ وصدوق راوی کی زیادت صحیح ومقبول ہوتی ہے۔

تنبیہ نمبر۲: مؤمل بن اسماعیل کی زیادتِ مذکورہ والی روایت کو ادارہ علوم اثریہ منٹگمری بازار فیصل آباد سے شائع شدہ (پاکٹ سائز) کتاب ''پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز'' (ص ۱۳) میں بحوالہ بلوغ المرام بطورِ استدلال و حجت نقل کیا گیا ہے۔

تنبیہ نمبر۳: حنفی ، بریلوی اور دیوبندی (تینوں) حضرات میں سے جو لوگ ضعیف یا حسن لغیرہ روایات کو بھی حجت سمجھتے ہیں اُن کے اصول پر سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت تو حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ والی روایت ، مؤمل بن اسماعیل والی روایت اور امام طاوس رحمہ اللہ کی مرسل ، لیکن پھر بھی وہ اسے حسن و حجت نہیں سمجھتے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ حسن لغیرہ کو حجت سمجھنے کے خلاف ہیں۔

یہ اعتراض مقلدین احناف کے خلاف بطورِ الزام ذکر کیا گیا ہے جو ان کے لئے ''پھکی'' ہے۔

مثال دوم: ابوابراہیم محمد بن یحییٰ الصفار فرماتے ہیں:

"ثنا عثمان بن عمر عن يونس عن الزهري عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت قال: قال رسول الله ﷺ: «لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب خلف الإمام»

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جس نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔'' [کتاب القراءت للبیہقی ص ۷۰ ح ۱۳۵، وقال: وھذا إسناد صحیح والزیادۃ التی فیہ کالزیادۃ فی حدیث مکحول....الخ، توضیح الکلام طبع جدید ص ۳۵۶]

اس روایت کو عثمان بن عمر سے خلف الامام کے اضافے کے بغیر امام دارمی (۱/۲۸۳ ح ۱۲۴۵، دوسرا نسخہ: ۱۲۷۸) نے بیان کیا ہے۔

یونس بن یزید سے اس حدیث کو خلف الامام کی زیادت کے بغیر لیث بن سعد، عبداللہ بن وہب (جزء القراءۃ للبخاری بتحقیقی: ۶، صحیح مسلم: ۳۹۴، ترقیم دارالسلام: ۸۷۵) نے بیان کیا ہے۔

یونس بن یزید الایلی کے علاوہ امام زہری سے اسے ایک جماعت مثلاً سفیان بن عیینہ، صالح بن کیسان اور معمر بن راشد نے خلف الامام کے اضافے کے بغیر روایت کیا ہے۔ دیکھئے صحیحین وغیرہما اور المسند الجامع (۶۲/۸، ۶۳)

محمد بن یحییٰ الصفار (راوی) کے زبردست تفرد والی اس روایت کے بارے میں مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ علانیہ لکھتے ہیں:

''الغرض اس حدیث پر اعتراضات کی تمام شقیں باطل ہیں۔ امام بیہقی اور علامہ سیوطی اور علامہ علی متقی حنفی کا فیصلہ ہی صحیح ہے کہ اس کی سند بالکل صحیح ہے اور یہ زیادت متعدد طرق سے مروی ہے اور صحیح ہے۔'' (توضیح الکلام جدید ص ۳۶۰)

معلوم ہوا کہ بہت سے ثقہ راوی اگر کوئی زیادت متن میں ذکر نہ کریں اور صرف ایک (ثقہ وصدوق) راوی وہ زیادت ذکر کرے تو مولانا اثری اور امام بیہقی کے نزدیک وہ سند صحیح ہوتی ہے۔ والحمد للہ

ہم بھی یہی کہتے ہیں مگر خبیب صاحب اس کی بالکل مخالف سمت پر تیزی سے رواں دواں ہیں۔

تنبیہ: مولانا اثری حفظہ اللہ کے نزدیک امام زہری کی تدلیس مضر نہیں ہے۔

مثال سوم: يونس بن يزيد الأيلي عن ابن شهاب الزهري عن نافع مولٰى أبي قتادة الأنصاري عن أبي هريرة رضي الله عنه کی سند سے آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((کیف أنتم إذا نزل ابن مریم فیکم و إما مکم منکم))

''تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہو گا۔'' [صحیح بخاری: ۳۴۴۹، صحیح مسلم: ۱۵۵]

اسے یونس بن یزید سے اس مفہوم کے ساتھ ابن بکیر اور عبداللہ بن وہب نے روایت کیا ہے۔ یونس کے علاوہ معمر، عُقیل بن خالد، اوزاعی، ابن اخی الزہری اور ابن ابی ذئب نے یہ روایت اسی مفہوم کے ساتھ اور من السماء کے اضافے کے بغیر روایت کی ہے۔

دیکھئے میری کتاب تحقیقی مقالات (ج ۱ص ۱۰۳)

یہی روایت امام بیہقی نے احمد بن ابراہیم عن ابن بکیر عن یونس بن یزید عن ابن شهاب عن نافع عن أبي هريرة کی سند کے ساتھ درج ذیل الفاظ سے بیان کی ہے: ((کیف أنتم إذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و إما مکم منکم))

''تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب ابن مریم آسمان سے اتریں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہو گا۔'' [الاسماء والصفات ص ۵۳۵، دوسرا نسخہ ص ۴۲۴، تیسرا نسخہ ص ۳۰۱]

چونکہ صحیحین میں مدلسین کی روایات سماع پر محمول ہیں لہٰذا امام زہری کی یہ روایت صحیح ہے۔ اس حدیث کو علمائے حق نے مرزائیوں قادیانیوں کے خلاف بطورِ حجت پیش کیا ہے اور اس حدیث کا دفاع کیا ہے، مثلاً دیکھئے محمدیہ پاکٹ بک (ص ۵۸۹، ۵۹۰)

معلوم ہوا کہ مسئلہ عقیدے کا ہو یا اعمال و احکام کا، ثقہ راوی کی زیادت حجت ہے بشرطیکہ من کل الوجوہ ثقات یا اوثق کے خلاف نہ ہو لہٰذا عدمِ ذکر کو خلاف بنا دینا غلط ہے۔

مثال چہارم: ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ (عشاء کی) نماز پڑھتے تھے پھر واپس جا کر اپنے قبیلے والوں کو (عشاء کی) نماز پڑھاتے تھے۔ اسے عمرو بن دینار نے سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۷۰۰) وصحیح مسلم (۴۶۵)

اسے عمرو بن دینار سے سفیان بن عیینہ، شعبہ اور ایوب وغیرہم نے اس مفہوم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دیکھئے المسند الجامع (۳/ ۴۶۸، ۴۶۹ ح ۲۲۷۰)

جب کہ یہ حدیث امام ابن جریج نے "هي له تطوع و هي لهم مکتوبة " وہ (نماز) اُن (معاذ رضی اللہ عنہ) کے لئے نفل ہوتی تھی اور ان لوگوں کے لئے (جو ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے) فرض ہوتی تھی۔ دیکھئے کتاب الام للشافعی (ص ۱۷۳ ج ۱) شرح معانی الآثار (۱/ ۴۰۹) سنن الدارقطنی (۱/ ۲۷۴، ۲۷۵ ح ۱۰۶۲، ۱۰۶۳) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/ ۸۵)

اس روایت میں امام ابن جریج رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھئے سنن الدارقطنی (ح ۱۰۶۳، وسندہ صحیح)

اس زیادت والی روایت پر نیموی صاحب نے اپنے تقلیدی مذہب کو بچانے کے لئے ''وفي هذه الزيادة کلام'' کہہ کر حملہ کر دیا ہے۔ دیکھئے آثار السنن (ص ۲۶۴ ح ۵۲۴) نیموی صاحب کا رد کرتے ہوئے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" کلا بل هذه الزيادة صحيحة فإنها زيادة من ثقة حافظ ليست منافية لرواية من هو أحفظ منه أو أكثر عددًا كما ستقف عليه "

''ہرگز نہیں! بلکہ یہ زیادت صحیح ہے کیوں کہ یہ ثقہ حافظ کی زیادت ہے، یہ زیادۃ حافظ یا اکثر کے منافی نہیں ہے جیسا کہ آپ واقف ہو جائیں گے۔ (ابکار المنن ص ۲۴۹، نیز دیکھئے ص ۲۵۰، ۲۵۱)

معلوم ہوا کہ ابن جریج (ثقہ راوی) کے تفرد والی روایت (جس میں اضافہ ہے) صحیح ہے اور مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ یہاں اور سینے پر

ہاتھ باندھنے والے مسئلے میں ثقہ راوی کی زیادت کو صحیح سمجھتے تھے۔

تنبیہ بلیغ: نیموی صاحب نے اپنے مذہب کے مخالف بہت سی روایات پر کلام کیا ہے جن میں ثقہ وصدوق راویوں کی زیادات ہیں مگر ایک جگہ اپنی مرضی کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: "و إسناده صحيح "(آثار السنن ص۳۳ ح ۳۶)

التعلیق الحسن میں اس حدیث کے تحت نیموی صاحب نے محدث بزار سے نقل کیا کہ ہمارے علم کے مطابق اسے بشر بن بكر عن الأوزاعي عن يحي عن عمرة عن عائشة کی سند سے حمیدی کے سوا کسی نے بھی مسند (یعنی متصل) بیان نہیں کیا۔ پھر نیموی صاحب نے جواب دیا: عبداللہ بن الزبیر الحمیدی ثقہ حافظ امام اور امام بخاری کے اساتذہ میں سے تھے لہٰذا اُن کی یہ زیادت زبردست طور پر مقبول ہے کیونکہ یہ اوثق کی روایت کے منافی نہیں ہے۔[آثار السنن ص۳۳]

معلوم ہوا کہ نیموی صاحب زیادتِ ثقہ کے مسئلے میں دوہری پالیسی پر گامزن تھے۔

مثال پنجم: ولید بن عیزار نے ابوعمرو الشیبانی سے، انھوں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا:

《الصلوة على وقتها 》''نماز اپنے وقت پر پڑھنا۔'' (صحیح بخاری: ۵۲۷، صحیح مسلم: ۸۵)

اسے ولید بن عیزار سے شعبہ، مسعودی، ابواسحاق الشیبانی اور ابویعفور نے اسی مفہوم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (المسند الجامع ۱۱/ ۵۰۶، ۵۰۷) مالک بن مغول (ثقہ) کی روایت میں درج ذیل الفاظ آئے ہیں:

《الصلوة في أول وقتها 》''اول وقت میں نماز پڑھنا۔''

(صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۷، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۴۷۷، دوسرا نسخہ: ۱۴۷۹، وقال: '' تفرد بہ عثمان بن عمر'' أي عن مالک بن مغول، وح ۱۴۷۳/ ۱۴۷۵، المستدرک للحاکم ۱/۱۸۸، وصححہ ووافقہ الذہبی)

اس روایت میں عثمان بن عمر نے مالک بن مغول سے تفرد کیا ہے جب کہ محمد بن سابق (صحیح بخاری: ۲۷۸۲) نے اسے مالک بن مغول سے مذکورہ اضافے کے بغیر روایت کیا ہے۔

سنن دارقطنی وغیرہ میں اس کے کچھ ضعیف شواہد (تائید کرنے والی ضعیف روایات) بھی ہیں تاہم حق یہ ہے کہ عثمان بن عمر رحمہ اللہ (ثقہ) کی بذاتِ خود منفرد اور اول وقت کے اضافے والی روایت صحیح ہے۔ والحمدللہ

مثال ششم: ثقہ امام زائدہ بن قدامہ رحمہ اللہ نے عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر رضي الله عنه کی سند سے ایک حدیث بیان کی کہ " فرأيته يحركها يدعو بها "

''پس میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا، آپ (تشہد میں) اسے (شہادت کی انگلی کو) حرکت دے رہے تھے، اس کے ساتھ دعا کر رہے تھے۔'' (سنن النسائی ۲/۱۲۷ ح ۸۹۰ وسندہ صحیح وصححہ ابن الجارود: ۲۰۸ وابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" ليس في شيء من الأخبار " يحركها " إلا في هذا الخبر ، زائدة ذكره " [صحيح ابن خزيمه ۱ / ۳٥٤ ح ۷۱٤]

''اس حدیث کے علاوہ کسی حدیث میں یحرکھا کا لفظ نہیں ہے، اسے (صرف) زائدہ نے ذکر کیا ہے۔''

روایت مذکورہ پر بعض معاصرین نے کلام کیا ہے لیکن معاصرین میں سے ہی شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ اور ابواسحاق الحوینی وغیرہما نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ البانی کی تصحیح کے لئے دیکھئے ارواء الغلیل (۲/۶۹ ح ۳۵۲)

بلکہ شیخ البانی نے (شذوذ کی وجہ سے ؟!) اس حدیث کو ضعیف کہنے والوں کا زبردست رد کیا ہے۔ دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ (۷/۵۵۱ ح ۳۱۸۱)

تنبیہ نمبر ۱: شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی تائید میں صحیح اور ضعیف جتنی

روایات پیش کی ہیں اُن میں سے زائدہ کی روایت کے علاوہ کسی ایک میں بھی " یحر کہا " کا لفظ نہیں ہے۔

تنبیہ نمبر۲: ہمارے شیخ مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ نے بھی شیخ البانی رحمہ اللہ کی تصحیح کو بطورِ حجت پیش کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے احکام ومسائل (ج ا ص ۱۹۶، ۱۹۷)

یہ اس کی دلیل ہے کہ حافظ صاحب بھی ثقہ کی زیادت کو صحیح سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم

مثال ہفتم: هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها کی سند سے ایک روایت میں آیا ہے کہ "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے یہاں آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ عید الفطر یا عیدالاضحیٰ کا دن تھا، دو لڑکیاں یوم بعاث کے بارے میں وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جو انصار کے شعراء نے اپنے فخر میں کہے تھے.... ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ شیطانی گانے باجے! (... صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں) دو مرتبہ انھوں نے یہ جملہ دہرایا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! انھیں چھوڑ دو۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور ہماری عید آج کا یہ دن ہے۔" (صحیح بخاری مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور ج ۵ ص ۳۰۶ ح ۳۹۳۱)

اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے شعبہ، حماد بن سلمہ اور ابومعاویہ الضریر نے بیان کیا ہے۔ (المسند الجامع ۲۰/ ۱۷۵ ح ۱۶۹۹۶)

یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن سے غامدی گروپ موسیقی کے جواز پر استدلال کرتا ہے۔ مثلاً دیکھئے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب "اسلام اور موسیقی" (ص ۱۶، ۱۷)

اس حدیث کو جب امام ابو اسامہ حماد بن اسامہ رحمہ اللہ نے ہشام بن عروہ سے اس سند ومتن سے روایت کیا تو حدیث میں درج ذیل اضافہ بھی بیان کیا۔

" ولیستا بمغنیتین " وہ دونوں (بچیاں) مغنیہ نہ تھیں۔ (صحیح بخاری: ۹۵۲، صحیح مسلم: ۸۹۲، دارالسلام: ۲۰۶۱)

یہ اضافہ اگرچہ دوسرے راوی نہیں بیان کرتے مگر ثقہ کی زیادت مقبول ہونے کے اصول سے یہ اضافہ صحیح ہے اور اس حدیث سے غامدی گروپ کا استدلال باطل ہے۔ جہاں تک میری معلومات ہیں مولانا اثری حفظہ اللہ اس زیادت کو صحیح ومقبول سمجھتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی قولِ راجح میں متنِ حدیث میں ثقہ راوی کی زیادت مقبول ہے۔ [جاری ہے]

❀❀............❀............❀❀

سیرۃ ساقی کوثر کانفرنس

مؤرخہ ۲ دسمبر بروز منگل مرکزی جامع مسجد مبارک اہل حدیث چک نمبر ۸۶ ج ب دھول ماجرہ فیصل آباد میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیر اہتمام نویں سالانہ سیرۃ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس منعقد ہوگی۔ مقررین: مناظر اسلام سید سبطین شاہ صاحب نقوی سرگودھا، حضرت مولانا منظور احمد صاحب گوجراں والا، حضرت مولانا بہادر علی سیف صاحب سمندری، حضرت مولانا حافظ عبدالسلام صاحب شاہ کوٹ۔ [المرسل: احمد ثاقب]

حافظ آباد کی ایک مثالی کانفرنس

۲ نومبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار کلیر والا نیا ضلع حافظ آباد میں ایک مثالی اہل حدیث کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس میں مسلک اہل سنت (بریلوی و دیوبندی) سے متعلقہ تقریباً ۱۵ کے قریب علماء وطلباء مسلک اہل حدیث سے بڑے متاثر ہوئے۔ ۱۴/افراد کے قریب بے ریش افراد نے داڑھی رکھنے کا اعلان کیا۔ سینکڑوں لوگ اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ کانفرنس کے دوران قاری محمد سعید کلیروی اور اُن کے دو بھائیوں (میاں سفیر اور میاں محمد بشیر صاحبان) نے اپنا آبائی مکان جو کنال سے زیادہ ہے کو مسجد اہل حدیث کے لیے وقف کرنے کا اعلان بھی کیا ہے۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ کریم ہماری نیکیاں قبول فرمائے اور قرآن وسنت پر چلنے کی توفیق سے نوازے، آمین۔

[عابد الرحمٰن ربانی، خطیب جامع مسجد قدیم اہل حدیث کلیر والا نیا (کوٹلی امیر سنگھ) حافظ آباد]

صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت

حافظ زبیر علی زئی

مثال ہشتم: ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے (سیدنا) ابوبکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ''میں تمھارے پاس سے گزرا اور تم آہستہ آواز میں قراءت کر رہے تھے؟ انھوں نے کہا: میں اسے (اللہ کو) سناتا تھا جس سے میں سرگوشی کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: آواز تھوڑی بلند کیا کرو۔

آپ (ﷺ) نے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہا: ''میں تمھارے پاس سے گزرا اور تم اونچی آواز سے قراءت کر رہے تھے؟'' انھوں نے جواب دیا: میں سوئے ہوؤں کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی آواز ذرا کم کیا کرو۔''

[سنن الترمذی : ٤٤٧ وقال : غریب الخ]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث کو صرف یحییٰ بن اسحاق (السیلحینی) نے عن حماد ابن سلمة (عن ثابت البناني عن عبدالله بن رباح الأنصاري عن أبي قتادة رضی اللہ عنہ) کی سند سے بیان کیا ہے اور اکثر لوگ اس حدیث کو ثابت عن عبدالله ابن رباح (رحمه الله عن النبي ﷺ) مرسلاً بیان کرتے ہیں۔

[جامع ترمذی بتحقیق مختصر للشیخ الالبانی ص ١٢٠]

معلوم ہوا کہ اس حدیث میں یحییٰ بن اسحاق ثقہ راوی کا تفرد ہے۔ ثقہ راوی کے تفرد والی اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۸۹/۲، ۱۹۰ ح۱۱۶۱) حافظ ابن حبان (الاحسان ۳/۷ ح ۷۳۰، دوسرا نسخہ: ۷۳۳) حاکم (المستدرک ۱/۳۱۰) اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے جو اس کی بات دلیل ہے کہ ان تمام محدثین کے نزدیک ثقہ کی زیادت صحیح ومعتبر ہوتی ہے۔ والحمد للہ

تنبیہ نمبر۱: حدیثِ مذکور کو شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ معاصرین نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

تنبیہ نمبر۲: نیز دیکھئے سنن ابی داود (۱۳۲۹)

مثال نہم: سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنت والے جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کوئی مزید چیز چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہرے سفید (روشن) نہیں کر دیے؟ کیا تو نے ہمیں آگ سے نجات دے کر جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ پھر اللہ پردہ ہٹائے گا تو وہ اپنے رب کی طرف دیکھنے سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں دیے جائیں گے۔'' [صحیح مسلم: ۱۸۱، دارالسلام: ۴۴۹]

اسے حماد بن سلمہ نے ثابت البنانی عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن صہیب کی سند سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث کو سلیمان بن المغیرہ نے ثابت سے انھوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے قول سے روایت کیا ہے اور صہیب عن النبی ﷺ کا اضافہ بیان نہیں کیا۔ [سنن الترمذی: ۳۱۰۵]

امام ترمذی نے مزید فرمایا: اس حدیث کو صرف حماد بن سلمہ نے (متصل) سند کے ساتھ اور مرفوع بیان کیا ہے اور سلیمان بن مغیرہ (اور حماد بن زید) نے اس حدیث کو ثابت البنانی عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے قول سے روایت کیا ہے۔ [ح ۲۵۵۲]

☆ سلیمان بن المغیرہ کی روایت کے لیے دیکھئے: تفسیر طبری (۷۴/۱۱) الزہد لابن المبارک (زوائد نعیم بن حماد الصدوق المظلوم: ۲۸۲ وسندہ صحیح)

☆ حماد بن زید کی روایت کے لیے دیکھئے: تفسیر طبری (۱۱/ ۷۵، وسندہ صحیح)

☆ معمر بن راشد کی روایت کے لئے دیکھئے: تفسیر طبری (۱۱/ ۷۵ وسندہ صحیح)

یہ بات مسلّم ہے کہ حماد بن سلمہ اثبت الناس عن ثابت ہیں لیکن اسی روایت کو مرفوع متصل بیان نہ کرنے والے بھی تینوں امام زبردست ثقہ ہیں اور جماعت ہونے کی بنا پر حماد سے زیادہ قوی ہیں۔

ہمارے نزدیک ثقہ کی زیادت معتبر ہونے کی وجہ سے صحیح مسلم والی روایت بالکل صحیح ہے اور تین ثقہ اماموں کی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مقطوع روایت بھی صحیح ہے۔ والحمدللہ

مثال دہم: امام زہری کی بیان کردہ عن عروۃ بن الزبیر عن بشیر بن أبي مسعود الأنصاري عن أبیه رضي الله عنه کی سند سے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو پانچ نمازیں پڑھائی تھیں۔ دیکھئے صحیح بخاری (۵۲۱) وصحیح مسلم (۶۱۰) وغیرہما۔

اسے امام زہری سے ایک جماعت مثلاً امام مالک، سفیان بن عیینہ، لیث بن سعد اور شعیب بن ابی حمزہ وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

امام زہری سے اسامہ بن زید اللیثی (صدوق حسن الحدیث و ثقه الجمهور) کی روایت میں درج ذیل اضافہ ہے:

" ثم كانت صلا ته بعد ذلك التغليس حتى مات ولم يعد إلٰى أن يسفر "

یعنی "پھر اس کے بعد آپ (ﷺ) کی (فجر کی) نماز وفات تک اندھیرے میں تھی اور آپ نے دوبارہ کبھی روشنی کر کے (یہ نماز) نہیں پڑھی۔" [سنن ابی داود: ۳۹۴، مطبوعہ دارالسلام ۱/ ۳۴۱]

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" هذه الزيادة لم يقلها أحد غير أسامة بن زيد "

"اس زیادت (اضافے) کو اسامہ بن زید کے سوا کسی نے بھی روایت نہیں کیا۔" [صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۱۸۱ ح ۳۵۲]

صدوق راوی کے اس تفرد والی روایت کو امام ابن خزیمہ، حافظ ابن حبان (الاحسان: ۱۴۴۶) اور حاکم (۱/ ۱۹۲، ۱۹۳ ح ۶۹۲) نے صحیح قرار دیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی کی زیادت صحیح و حسن ہوتی ہے۔

تنبیہ نمبر ۱: چوں کہ امام زہری کی اصل حدیث صحیحین میں ہے اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۱/ ۴۴۱) میں انھوں نے اصل حدیث میں عروہ سے سماع کی تصریح کر دی ہے لہٰذا یہ روایت حسن ہے۔

تنبیہ نمبر ۲: المستدرک للحاکم (۱/ ۱۹۰ ح ۶۸۲) میں اس حدیث کا ایک حسن لذاتہ شاہد بھی ہے لہٰذا اسامہ بن زید کی حدیث صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب انوار السنن فی تحقیق آثار السنن (مخطوط ص ۴۳ ح ۲۱۳) والحمدللہ

تنبیہ نمبر ۳: جس طرح مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے شاگرد خبیب صاحب نے صحیح مسلم کی حدیث کو شاذ (یعنی ضعیف) قرار دیا، اُسی طرح جناب نیموی صاحب نے اسامہ بن زید اللیثی کی حدیث کو "والزيادة غير محفوظة" کہہ کر ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے آثار السنن (ص ۷۹ ح ۲۱۳)

اللہ تعالیٰ نے جناب نیموی پر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کو مسلط کر دیا۔ مولانا مبارکپوری نے نیموی کے اعتراضات کے جوابات دے کر اسامہ بن زید کی توثیق ثابت کی اور فرمایا:

" فإن زيادة الثقة إنما تكون شاذة إذا كانت منافية لرواية غيره من الثقات و أما إذا لم تكن منافية فهي مقبولة وهو مذهب المحققين وسيأتي تحقيقه في باب وضع اليدين علٰى الصدر وزيادة أسامة بن زيد في هذا الحديث لا ينافي لرواية غيره فهذه الزيادة مقبولة بلامرية ـ" [ابكار المنن فى تنقيد آثار السنن ص ۸۰]

"کیوں کہ ثقہ کی زیادت تو اس وقت شاذ ہوتی ہے جب وہ دوسرے ثقہ راویوں کے منافی ہو اور اگر منافی نہ ہو تو وہ مقبول

ہوتی ہے اور یہی محققین کا مذہب ہے، اس کی تحقیق سینے پر ہاتھ باندھنے والے باب میں آئے گی اور اس حدیث میں اسامہ بن زید کی زیادتی (اضافہ) دوسرے راویوں کے منافی نہیں ہے پس یہ زیادت بغیر کسی شک کے مقبول ہے۔''

صحیح مسلم کی حدیث کوضعیف قرار دینے والوں کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ اگر اسامہ بن زید اللیثی کی زیادت مقبول ہے تو سلیمان التیمی کی زیادت کیوں مقبول نہیں؟!

ہم جب کسی راوی کو ثقہ وصدوق، حسن الحدیث یا حدیث کو صحیح وحسن لذاتہ قرار دیتے ہیں تو اصول کو مدِنظر رکھتے ہوئے، تناقض وتعارض سے ہمیشہ بچتے ہوئے، غیر جانبداری سے اور صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے راوی کو ثقہ وصدوق حسن الحدیث اور حدیث کو صحیح وحسن قرار دیتے ہیں۔ ایک دن مرکر اللہ کے دربار میں ضرور بالضرور اور یقیناً پیش ہونا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی مرضی کی روایت کو صحیح وثابت کہہ دیں اور دوسری جگہ اسی کوضعیف کہتے پھریں۔ یہ کام تو اہل الرائے مقلدین کا ہے!

اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت میں سے تضاد وتعارض ثابت کر دے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کروں گا، توبہ کروں گا اور جو بات حق ہے برملا اس کا اعلان کروں گا۔ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، بس اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اے اللہ! میری ساری خطائیں معاف کر دے۔ آمین

صحیح بخاری وصحیح مسلم اور مسلک حق ''مسلک اہل حدیث'' کے لیے میری جان بھی حاضر ہے۔ یہ باتیں جذباتی نہیں بلکہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔

قارئین کرام! ان دس مثالوں سے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ ثقہ راوی کی زیادت اگر (من کل الوجوہ) منافی نہ ہو (جس میں تطبیق و توفیق ممکن ہی نہیں ہوتی) تو پھر عدمِ منافات والی یہ زیادت مقبول و حجت ہے۔ والحمدللہ

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ:

خبیب صاحب کے بنیادی اعتراضات کا جواب دے کر صحیح مسلم کی حدیث کو صحیح ثابت کر دیا گیا ہے، اب اس حدیث کے مفہوم کی تحقیق پیش خدمت ہے:

علمائے احناف وغیرہ حضرات اس حدیث ((وإذا قرأ فانصتوا)) ''اور جب (امام) قراءت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ''، سے استدلال کرتے ہوئے فاتحہ خلف الامام سے منع کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ استدلال تین وجہ سے مردود ہے:

① ...... دل میں خفیہ آواز سے (سراً) پڑھنا فانصتوا (انصات/ خاموشی) کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمَسْجِدَ فَيَرْكَعَ إِنْ بَدَا لَهُ وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى)) [مسند احمد ٥/ ٤٢٠ ح ٢٣٥٧١ وسنده حسن، الطبراني في الكبير ٤/ ١٦١ ح ٤٠٠٧، آثار السنن: ٩١٣ وقال: "وإسناده صحيح"]

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو اسے لگائے اور اپنا اچھا لباس پہنے پھر مسجد کی طرف جائے پھر جو میسر ہو نماز پڑھے اور کسی کو تکلیف نہ دے پھر جب اس کا امام آجائے تو انصات کرے (خاموش ہو جائے) حتیٰ کہ نماز پڑھ لے، یہ اس کے اور اگلے جمعے کے درمیان کا کفارہ بن جائے گا۔''

ایک روایت میں آیا ہے:

((وَيُنْصِتَ حَتّٰى يَقْضِيَ صَلَاتَهُ إِلَّا كَانَ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهُ مِنَ الْجُمُعَةِ)) [سنن النسائي: ٣/ ١٠٤ ح ١٤٠٤]

''اور پھر وہ خاموش رہے حتیٰ کہ وہ اپنی نماز مکمل کرے تو یہ

سابقہ جمعے تک کا کفارہ ہو جائے گا۔''

اس روایت کی سند میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں لیکن یہی روایت دوسری سند کے ساتھ صحیح بخاری (۹۱۰) میں ((ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ)) إلخ کے الفاظ سے ہے جو نسائی والی روایت کی تائید کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ نسائی والی روایت بھی ان شواہد کے ساتھ حسن یا صحیح ہے۔ نسائی کی اس روایت کو مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے بھی بطورِ استدلال پیش کیا ہے۔

[توضیح الکلام طبع جدید ص ۶۰۷، طبع قدیم ۱۶۵/۲]

مسند احمد (۷۵/۵ ح ۲۰۷۲۱) میں سیدنا نبیشۃ الخیر الہذلی رضی اللہ عنہ سے اس کا ایک منقطع شاہد بھی ہے جسے مولانا اثری حفظہ اللہ نے پیش فرمایا ہے۔ [توضیح الکلام جدید ص ۶۰۸، قدیم ۱۶۶/۲]

نیز دیکھئے میری کتاب نیل المقصود فی التعلیق علیٰ سنن ابی داود (مخطوط/عربی ج ا ص ۱۲۵ ح ۳۴۳)

خلاصہ یہ کہ دل میں سراً وخفیۃً پڑھنا انصات کے منافی نہیں ہے لہٰذا احناف صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث سے استدلال مردود ہے۔

ایک شکایت: مسند احمد (۴۲۰/۵) کی جس مفصل روایت کو اس جواب کے شروع میں پیش کیا گیا ہے، اُس میں بنیادی راوی محمد بن اسحاق بن یسار امام المغازی ہیں۔ نیموی صاحب نے یہاں اُن کی حدیث کو "وإسناده صحيح" لکھا ہے لیکن دوسری جگہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے میں انھی محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں "وهو لا يحتج بما انفرد به" اور وہ جس میں منفرد ہوں حجت نہیں ہیں (!) لکھا ہے۔ دیکھئے آثار السنن (ص ۱۶۱ ح ۳۵۴)

کیا انصاف اسی کا نام ہے کہ ایک ہی راوی کی حدیث کو جب مرضی ہو تو صحیح کہہ دیا جائے اور جب مرضی کے خلاف ہو تو ضعیف و معلول قرار دے کر اس کے (روایت میں) حجت ہونے سے ہی انکار کر دیا جائے۔ سبحان اللہ!

②...... جو شخص پہلے جواب کو تسلیم نہیں کرتا، اُس کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ حدیث ((وإذا قرأ فانصتوا)) ماعدا الفاتحہ (یعنی سورۂ فاتحہ کے ماسوا) پر محمول ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اگرچہ اپنے اجتہاد کے مطابق صحیح مسلم کی حدیث مذکور پر کلام کیا ہے، جس میں وہ مجتہد ماجور ہیں لیکن وہ فرماتے ہیں: ''اور اگر یہ الفاظ صحیح ثابت ہو جائیں تو انھیں سورۂ فاتحہ کے ماسوا پر محمول کیا جائے گا اور یہ کہ امام کے سکتوں میں قراءت کی جائے گی۔ رہا مسئلہ ترکِ قراءت کا تو یہ اس حدیث سے واضح نہیں ہے۔'' [جزء القراءۃ: ۲۶۴، نصر الباری ص ۲۸۴]

معلوم ہوا کہ حدیث مذکور سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ جہری نماز میں یہ فاتحہ کے علاوہ قراءت کے ممنوع ہونے پر محمول ہے اِلا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ اس کی تخصیص کر دے۔ مثلاً اگر حافظ بھول جائے تو فاتحہ کے علاوہ بھی مقتدی قرآن کی متعلقہ آیت پڑھ کر اس حافظ کی بھول دور کر سکتا ہے جسے ''لقمہ دینا'' کہتے ہیں۔

تنبیہ: زمانۂ تدوین حدیث میں بعض محدثین کرام کا بعض صحیح احادیث اور ثقہ وصدوق راویوں پر جرح کرنا، دوسرے محدثین کرام کی تحقیقات کی روشنی میں رد کر دیا جاتا ہے لیکن جرح کرنے والے محدثین یا محدث کو مجتہد مخطئ ہونے کی وجہ سے ماجور ومعذور سمجھا جائے گا کیوں کہ ان کی امامت وعدالت کا یہی تقاضا ہے کہ ان کی نیت نیک تھی۔ ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ اصولِ حدیث اور جمہور محدثین کی توثیق کے مطابق صحیح وحسن احادیث کو قبول کریں۔

③...... اگر کوئی شخص سابقہ دونوں جوابات نہ مانے اور اس حدیث کو فاتحہ خلف الامام کے خلاف پیش کرنے پر بضد رہے تو عرض ہے کہ مخالفت راوی کے اصول سے یہ حدیث منسوخ ہے۔ حدیث مذکور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جسے امام مسلم نے صحیح کہا ہے اور نیموی صاحب بھی لکھتے ہیں:

" وهذا حديث صحيح "

اور یہ حدیث صحیح ہے۔ [آثار السنن ص ۱۷۵ ح ۳۶۰]

دوسری طرف اس حدیث کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دینا ثابت ہے۔ مثلاً انھوں رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو تُو اُس کے ساتھ قراءت کر اور اس سے پہلے ختم کرلیا کر۔'' الخ [جزء القراءۃ للبخاری: ۱۵۳، وسندہ صحیح، آثار السنن: ۳۵۸ وقال: وإسنادہ حسن]

بعض مقلدین کا یہ دعویٰ کرنا کہ ''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ قرآن، حدیث اور آثارِ صحابہ کے خلاف ہے'' محض ظن وتخمین پر مبنی ہونے اور بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے۔

صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کے تحقیقی دفاع کے بعد اب خبیب صاحب کے بعض فقروں کے جوابات درج ذیل ہیں:

(۱) حسن لغیرہ (ضعیف+ضعیف+ضعیف) کے حجت نہ ہونے کے بارے میں مشہور عالم اور شیخ حافظ ابن القطان الفاسی المغربی (متوفی ۶۲۸ھ) سے حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ

" لا يحتج بـه كلـه ، بل يعمل به في فضائل الأعمال ... " إلخ

''اس ساری کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی بلکہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔'' الخ [النکت علی ابن الصلاح ۴۰۲/۱]

حافظ ابن حجر نے ابن القطان کے اس قول کو "حسن قوي" قرار دیا ہے۔

اس موضوع پر عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم کی ایک کتاب "الحسن بمجموع الطرق في ميزان الإحتجاج بين المتقدمين والمتأخرين " ۲۱۳ صفحات پر مطبوع ہے اور محترم مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی لائبریری میں موجود ہے، وہاں سے منگوا کر یا خود جا کر پڑھ لیں۔

زرکشی نے ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ "ولو بلغت طرق الضعيف ألفًا لا يقوي ولا يزيد انضمام الضعيف إلى الضعيف إلا ضعفًا " اور اگر ضعیف (روایت) کی ہزار سندیں بھی ہوں تو اس سے تقویت نہیں ہوتی اور ضعیف کو ضعیف کے ساتھ ملانے سے صرف ضعف ہی زیادہ ہوتا ہے۔

[النکت علی ابن الصلاح للزرکشی ص ۱۰۴]

علامہ زرکشی نے حافظ ابن حزم کے قول کو شاذ ومردود کہہ کر رد کر دیا ہے مگر عمرو بن عبدالمنعم نے زرکشی کی مخالفت کی ہے۔ دیکھئے الحسن بمجموع الطرق (ص ۷۱، ۷۲)

علمائے کرام کے ان اقوال اور دیگر اقوال کے باوجود یہ کہتے پھرنا کہ حسن لغیرہ حجت ہے اور اس پر اجماع ہے(!) بہت عجیب و غریب بات ہے......!

کیا خیال ہے صحیح مسلم کی حدیث ((و إذا قرأ فانصتوا)) حسن لغیرہ کے درجے تک بھی نہیں پہنچتی؟ اور اگر پہنچتی ہے تو پھر صحیح مسلم کی حدیث کے خلاف اتنا لمبا مضمون لکھنے کا کیا فائدہ تھا؟! **فيا للعجب !!**

(۲) صدوق راوی کی زیادت کو حسن سمجھنے کے لئے صرف نخبۃ الفکر کا حوالہ بھی کافی ہے جو کہ اسی مضمون میں باحوالہ گزر چکا ہے۔

صدوق موثق عند الجمهور کی روایات کو حسن وصحیح قرار دینا محدثین اور محققین کے مسلسل اقوال سے ثابت ہے۔ مثلاً زیادتِ ثقہ کی دسویں مثال میں اسامہ بن زید والی روایت کو شیخ البانی نے ''وهـــذا إسناد حسن'' إلخ قرار دیا ہے۔ دیکھئے صحیح سنن ابی داود (۲۵۱/۲)

اس کے باوجود ''اصول سازی'' اور ''مصطلح سازی'' کا طعن کیا معنی رکھتا ہے؟ سبحان اللہ!

حافظ ابن حجر کا قول (النکت ۶۹۰/۲) خود ان کے اپنے قول (شرح نخبۃ الفکر ص ۳۱۵) کے خلاف ہونے کی وجہ سے ساقط ہے۔

(۳) محترم خبیب صاحب نے شیخ البانی رحمہ اللہ کی چھتری تلے صحیح مسلم کی ایک روایت اور بعض اسانید پر بحث کی ہے جو کہ مرجوح ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔ چوں کہ اس بحث سے ((و إذا قرأ فانصتوا)) والی حدیث ضعیف نہیں ہو جاتی لہٰذا ان اعتراضات پر طویل بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی بعض روایات پر اعتراضات کر کے خبیب صاحب لکھتے ہیں: ''صحیح بات تو یہ ہے کہ ان مثالوں سے امام مسلم کی معرفت حدیث عبقری شخصیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔'' [الاعتصام لاہور ۶۰/ ۳۶ ص ۲۲] سبحان اللہ

[بقیہ صفحہ ۳۴ پر]

عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا:

هَلُمَّ يا راعی! هَلُمَّ! فأَصِبُ مِنُ هٰذِهِ السُّفُرَةِ

''اے چرواہے: آؤ، آؤ! اِس دسترخوان سے تم بھی کچھ کھا پی لو۔''

چرواہا بولا: ''اِنِّیُ صَائِمٌ'' میں روزے سے ہوں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" أَتَصُومُ فِیُ مثلِ هٰذَا الُيَوم الحارّ شَدِيُد سَمُومُهٗ وَاَنُتَ فی هٰذِهِ الُجِبالِ تَرُعَی الُغَنَمَ ؟ "

''اِس طرح کے سخت گرم دن میں تم روزے کی مشقت برداشت کر رہے ہو جب کہ لو نہایت تیز ہے اور تم اِن پہاڑوں میں بکریاں چرا رہے ہو۔''

چرواہے نے جواب دیا: جی ہاں! میں ان خالی ایام کی تیاری کر رہا ہوں، جن میں عمل کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اِس لیے اِس دنیا میں ہی کچھ تھوڑا بہت عمل کر رہا ہوں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے چرواہے کے تقویٰ اور خوفِ الٰہی کا امتحان لینے کے ارادے سے اُس سے کہا: ''کیا تم اِس ریوڑ میں سے ایک بکری بیچ سکتے ہو؟ ہم تمھیں اِس کی نقد قیمت دیں گے، مزید تمہارے افطار کے لیے گوشت بھی دیں گے۔

چرواہے نے جواب دیا: ''یہ بکریاں تو میری نہیں ہیں جو بیچ دوں بلکہ میرے مالک کی ہیں اور مجھے تصرف کا کوئی حق نہیں ہے۔'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہارا آقا اگر کوئی بکری کم پائے گا اور تم اُسے کہہ دینا کہ وہ بکری گم ہوگئی ہے تو وہ کچھ نہیں کہے گا، کیوں کہ ریوڑ سے ایک دو بکریاں پہاڑوں میں گم ہوتی ہی رہتی ہیں!

یہ سنتا تھا کہ چرواہا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا یا وہ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر یہ جملہ کہے جا رہا تھا:

" اَيُنَ اللّٰهُ " پھر اللہ کہاں ہے؟ اللہ کہاں ہے؟

جب چرواہا چلا گیا تو سیدنا عبداللہ بن عمر اس کا یہ جملہ بار بار دہرانے لگے: " اَيُنَ اللّٰهُ " پھر اللہ کہاں ہے، اللہ کہاں ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو چرواہے کے مالک کے پاس انھوں نے اپنے آدمی بھیجے اور اُس سے بکریاں اور اُس چرواہے کو خرید کر اُسے آزاد کر دیا اور بکریاں اُسے ہبہ کر دیں۔

[شعب الایمان للبیهقی، رقم: ٥٢٩١۔ کتاب سنہری اوراق]

اللہ تعالیٰ ہمیں حسن عمل اور اِخلاص نصیب فرمائے۔

❀❀............❀............❀❀

بقیہ: صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع

اس طرح تو شیخ البانی نے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی جن روایات کو ضعیف قرار دیا ہے، اس سے امام مسلم، امام بخاری کی معرفت حدیث اور عبقری شخصیات خوب نکھر کر سامنے آجاتی ہوں گی۔ سبحان اللہ!

تحریر کرتے وقت یہ ضرور خیال رہنا چاہئے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں اور اس کی زد میں کون آ رہا ہے۔!

(۴) خبیب صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ راقم الحروف نے اس وقت توضیح الکلام کو مکمل بالاستیعاب پڑھ لیا تھا جب وہ پہلی دفعہ چھپی تھی اور میرے نسخے پر میرے اپنے قلم سے لکھے ہوئے حوالے اس پر گواہ ہیں۔ اس زمانے میں عبدالقدیر دیوبندی (حضروی) نے تدقیق الکلام نامی کتاب میں توضیح الکلام پر جو اعتراض کیا تھا اس کا جواب میں نے اسے بھیجا تھا جس کی اصل غالباً میری لائبریری میں محفوظ ہوگی۔

نیز توضیح الکلام جدید پر پرانے نسخے کے صفحات کے جو نمبر لکھے گئے ہیں وہ میرے ہی مشورے سے لکھے گئے ہیں۔ آپ اپنے استاذ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ سے پوچھ سکتے ہیں۔

وما علينا إلا البلاغ

[۱۰/ستمبر ۲۰۰۸ء، ۹/رمضان ۱۴۲۹ھ]

❀❀............❀............❀❀

AL IJMA FOUNDATION YOUTUBE CHANNEL :

https://www.youtube.com/alijmaorg

YouTube SUBSCRIBE :

https://www.youtube.com/c/alijmaorg?sub_confirmation=1Alijma

WEBSITE : www.alijma.com

AL IJMA TWITTER : @alijmaofficial

FACEBOOK : https://m.facebook.com/alijmaOfficial/

AL IJMA EMAIL : Info@alijma.com

WHATSAPP : +91 8097867973

AL IJMA CONTACT : +91 9987925955

FOR MORE YouTube VIDEOS VISIT:

https://www.youtube.com/alijmaorg

E-mail : khan810619@gmail.com

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن